دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ


جمادی الاولی
۱۴۴۱ھ
جنوری ۲۰۲۰ء


# مجلہ محدث بنارس


جلد: ۳۸
شمارہ: ۱



سرپرست
**عبداللہ سعود سلفی**

مدیر
**محمد اسلم مبارک پوری**

نائب مدیر
**مولانا عبدالمتین مدنی**

معاون مدیر
**مولانا محمد ایوب سلفی**

**مجلس مشاورت**

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا علی حسین سلفی
مولانا رفیق احمد رئیس سلفی
ڈاکٹر عبدالصبور مدنی


## اس شمارہ میں


| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ مسلمانوں کو اللہ کا حکم ہے.... | عبداللہ سعود سلفی | ۲ |
| ۲۔ سب سے اچھا کون؟ | مولانا عبدالمتین مدنی | ۴ |
| ۳۔ اپنی بات | مدیر | ۶ |
| ۴۔ اسلام میں وضع قطع .... | ڈاکٹر اشفاق احمد سلفی | ۹ |
| ۵۔ مولانا خلجی.... سرمایہ ملت کا نگہبان | مولانا عبدالمبین ندوی | ۱۷ |
| ۶۔ نشہ آور اشیاء کی حرمت کیوں؟ | عبدالاحد احسن جمیل مدنی | ۲۶ |
| ۷۔ صحت احادیث کا اہتمام (پہلی قسط) | طارق اسعد | ۳۳ |
| ۸۔ قومی تعمیر میں مولانا آزاد کا کردار | شاہد حبیب | ۳۸ |
| ۹۔ شعور کے آستانے سے | خبیب حسن مبارک پوری | ۴۱ |
| ۱۰۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ بورڈ.... | ڈ،عبدالحلیم مدنی | ۴۴ |
| ۱۱۔ عالم اسلام | ظل الرحمن فائق ندوی | ۴۶ |
| ۱۲۔ باب الفتاوی | دارالافتاء | ۴۷ |



**بدل اشتراک سالانہ**

| | | |
|---|---|---|
| ہندوستان: | 300 | روپئے |
| خصوصی تعاون: | 1000 | روپئے |
| بیرون ممالک: | 50 | ڈالر |
| فی شمارہ: | 30 | روپئے |

**اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں**

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/c No. 2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547, SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

**www.mohaddis.org**


**نوٹ:** ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

# مسلمانوں کو اللہ کا حکم ہے کہ اپنی فکر کریں

عبداللہ سعود سلفی

[ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ] (سورہ مائدہ:۱۰۵)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی فکر کرو، اگر تم خود راہ راست پر ہو تو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے''۔

اللہ تعالی انسان کا خالق اور رازق ہے۔ دنیا میں قوموں کے عروج وزوال پر اسی کا کنٹرول ہے۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اللہ کے نظام میں تبدیلی نہیں آئی۔ اللہ نے ہی آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور زمین کی نوع بہ نوع چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے زمین کی خلافت عطا فرمائی۔ اور دیگر دو مخلوق فرشتوں اور جنات کو جو ساتھ ساتھ رہتے تھے حکم دیا کہ انسان کو سجدہ کریں۔ یعنی انسان کی برتری کو تسلیم کرلیں۔ فرشتے جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتے سربسجود ہوگئے مگر ابلیس انسان کی خوبیوں اور زمین پر اس کی خلافت کو برداشت نہ کرسکا، انسان کی برتری کا منکر اور اس کا دشمن بن گیا اور یہ ٹھان لیا کہ بنو آدم کو اللہ کے انعام واکرام سے دور کرنے کے لیے اللہ کا نافرمان بنا کر چھوڑے گا اور اللہ کی ہدایات پر عمل کرنے سے جیسے بھی ہوسکے روکے گا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے اس کو گمراہ کردے گا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ ابلیس کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے انسان مختلف توہمات اور بدعقیدگی کا شکار ہوا اور آپس میں ظلم وبربریت میں مبتلا ہوا۔ جن لوگوں کو تعلّی اور قوت حاصل ہوئی انہوں نے کمزور لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے، جانوروں کی طرح انسان کو غلام تک بنا کر ان سے کام لیا گیا، حالانکہ سب ایک ہی باپ ماں کی اولاد تھے۔ ان کی مثالیں مختلف زمانہ میں مختلف قوموں کی تاریخ (جیسے قوم نوح، عاد وثمود اور فرعون، قارون ونمرود) اور بعد کے زمانہ میں ہلاکو خاں، ہٹلر اور آج بھی ملتی رہتی ہیں۔

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کا نظام اٹل ہے۔ قرآن مجید اسی اللہ کا کلام ہے۔ اس میں انسانیت کی فلاح وکامیابی کے اصول ہیں۔ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اس کو عملی طور پر اپنایا، جیسا کہ آپ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی کہ ''**كان خلقه القرآن**'' قرآنی ہدایات کے مطابق ہی آپ علیہ السلام کا

اخلاق تھا اور آپ کے تربیت یافتہ مسلمانوں کی پہلی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بغیر کسی تردد کے آپ کے اسوہ وطریقہ کو اپنایا۔ اور پوری غیر مسلم دنیا کی دشمنی کے باوجود بہت تیزی سے دنیا پر سربراہی حاصل کرتے چلے گئے۔

مذکورہ بالا آیت اللہ کا فرمان ہے کہ ایمان لانے والو اگر تم ہدایت کا راستہ پکڑتے ہو جو تمہارے پاس موجود ہے اور جس میں دنیا کی خلافت کا پورا اصول موجود ہے، تو جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ان کے غلط کاموں سے تمہارا کچھ نہیں بگڑ سکتا بشرطیکہ تم اللہ کی ہدایات پر عمل کرتے رہو۔

قرآن مجید میں اعتدال اور نرم پہلو کو اپنانے کی ہدایات موجود ہیں۔ [لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ] دین میں جبر واکراہ نہیں ہے۔ [وَلَا تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ] (بقرہ: ۱۹۵) خودکو ہلاکت میں مت ڈالو۔ [وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا] (فرقان: ۶۷) اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر قائم رہتے ہیں۔ [خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ] (اعراف: ۱۹۹) نرمی ودرگذر کا طریقہ اختیار کرو، نیک کام کی تلقین کرو اور جاہلوں سے نہ الجھو۔ مسلمانوں کو اپنی فکر کرنی چاہیے، اپنے کو بہتر وبا اخلاق بنانے میں کسی دوسرے کی محتاجگی نہیں ہے۔ ان کے پاس ہر معاملہ میں رہنمائی اور ہر مسئلہ کا حل موجود ہے اس لیے اپنی ترقی کے لیے مثبت اور Positive طریقہ اپناؤ۔ غیر کیا کرتا ہے اس سے قطعۂ نظر اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔

لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اپنا طریقہ الٹ دیا۔ اپنی سوچ اور ذہن کو دوسروں کا غلام بنا دیا۔ ہمارا نظریہ مثبت یعنی Positive کے بجائے منفی یعنی Negative ہوگیا۔ ہم کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ اپنے گریبان میں نہ جھانک کر دوسروں کی برائیوں وغلطیوں کو زیادہ ٹٹولتے ہیں۔ اپنے مستقبل کی فکر سے بے فکر ہوکر موج مستی میں مبتلا ہیں۔ اپنے عیش وآرام پر اور بے جا رسم ورواج پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے رہبر ونبی علیہ الصلاۃ والسلام پیٹ پر پتھر باندھ کر اور اس کے تابعدار صحابہ کرام کھجور کی گٹھلیوں کو چبا کر اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے سربہ سپر رہا کرتے تھے۔ جس نبی نے سخت مالی تنگی کے زمانہ میں اپنی امت کی تعلیم کے لیے جنگ کے قیدی غلاموں کو اپنے بچوں کی تعلیم کے عوض میں آزاد کردیا، جبکہ ان سے رہائی کے عوض بڑی دولت وصول سکتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی چلن تھا۔ آج اس پیارے نبی کی امت کے لوگ اپنے بچوں کی تعلیم پر خرچ کرنے میں دسیوں بہانہ بناتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان تعلیم میں سب سے پیچھے ہیں اور ہر میدان میں پسپا ہورہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مخیر حضرات بھی رسم ورواج پر خرچ ہونے والی دولت کو غریب بچوں کی تعلیم میں لگائیں اور اسراف جیسے گناہ کے کاموں سے بچیں، یہ زمانہ کی ضرورت ہے اور ملکی حالات کا تقاضا بھی۔ ●●

درس حدیث

# سب سے اچھا کون؟

مولانا عبدالمتین مدنی

عن عبدالرحمن بن أبی بکرة عن أبیه أن رجلا قال یارسول اللہ! أي الناس خیر؟ قال: "من طال عمره وحسن عملہ" قال: فأي الناس شر؟ قال: "من طال عمره وساء عملہ"۔ (سنن الترمذی، ح: ۲۳۳۰، صحیحہ الألبانی تخریج مشکاۃ المصابیح: ۵۲۵۵،۵۲۱۵، صحیح الترمذی: ۱۸۹۹)

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! سب سے اچھا کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے لمبی عمر پائی اور اچھا عمل کیا۔ اس نے پھر سوال کیا: اور سب سے برا شخص؟ آپ نے جواب دیا: جس نے لمبی عمر پائی اور برا عمل کیا۔

ایک انسان کو اس دنیا میں جو گراں قدر نعمتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک وقت ہے، یہی وقت اس کی پونجی ہے، اس وقت پر مشتمل شب وروز اس کی زندگی کے اوراق ہیں، اس لیے اس نعمت کی قدر اور اس کی حفاظت ہماری اولین ذمہ داری ہے اور اس کی ناقدری اور ضیاع نہ صرف اس نعمت کی ناقدری ہے بلکہ یہ بڑے خسارے کا سودا ہے، بروز قیامت جب جہنمی لوگ رب العزت سے فریادیں کریں گے کہ اے رب اب ہمیں اس عذاب کے گھر سے نکال تا کہ ہم نیک اعمال کریں، [وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ] (سورہ فاطر: ۳۷)

وہ اس جہنم میں شور مچائیں گے: اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال دے۔ اب ہم نیک اعمال کریں گے، ان اعمال کے علاوہ جو ہم کرتے تھے (اللہ جواب دے گا) کیا میں نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔ پس جہنم کا عذاب چکھو، ظالم کا کوئی مددگار نہیں۔

وقت کی قدر نہ کرنے اور اس کا صحیح استعمال نہ کرنے کا یہی انجام ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کو سب سے اچھا انسان قرار دیا جو اپنے وقت کو نیک کاموں سے آباد کرتا ہے، وہ وقت کو استعمال کرتا ہے، وقت اسے استعمال نہیں کرتا، اور اس شخص کو سب سے خراب انسان قرار دیا جو اپنے وقت کا صحیح استعمال نہیں کرتا، لمبی زندگی پا کر بھی اس کا دامن نیکیوں سے خالی رہ جاتا ہے۔

وقت کو نیک اعمال سے آباد کرنے والے کتنے سعادت مند ہیں، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے دو شخص مسلمان ہوئے، ایک فی سبیل اللہ شہید ہوئے اور دوسرے اس کے ایک سال کے بعد طبعی موت سے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ابوطلحہ بن عبیداللہ نے خواب میں دیکھا کہ بعد والے کا درجہ جسے طبعی موت آئی شہید سے اتنا بلند ہے، جتنا زمین کے مقابلہ میں آسمان، ان کو اس پر تعجب ہوا اور آکر اللہ کے رسول سے اپنا یہ خواب اور استعجاب ذکر کیا، اللہ کے رسول نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات، کیا وہ شخص شہید سے ایک سال بعد تک زندہ نہیں رہا، اس میں اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزہ رکھا اور اتنی فرض نمازیں ادا کی۔ (مسند احمد، ح:۸۹۱۳۹، ۱۴۰۱، وسندہ حسن)

اندازہ لگائیں وقت کو نیک اعمال سے آباد کرنے والوں کے مقام وفضیلت کا کہ اس کا درجہ شہید سے بھی بلند ہوسکتا ہے۔

اس لیے ہم اس نعمت کی اہمیت کو سمجھیں، کل قیامت کے دن دوسری نعمتوں کی طرح ہم سے اس نعمت کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ ہم نے وقت کو کیسے اور کن کاموں میں گذارا، زندگی تو اللہ کا عطیہ ہے، کوئی انسان اس میں اپنی مرضی سے کمی بیشی نہیں کرسکتا، لیکن اس کے استعمال کرنے کا اختیار اللہ نے اسے دے دیا ہے [لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً] تاکہ تمہیں آزمائے کہ اس وقت کو پاکر سب سے اچھا عمل کون کرتا ہے۔

توہمیں اپنا اختیار استعمال کرکے سب سے اچھا عمل کرنے والا انسان بننے کی کوشش کرنی چاہیے، اچھے اعمال کے بغیر زندگی کی کیا قدر وقیمت ہے بلکہ اس کے بغیر تو زندگی عار ووبال، ندامت وشرمندگی اور باعث عذاب ہے اور شاید اسی لیے علماء یہ کہتے ہیں کہ لمبی زندگی کی مطلق دعا نہ دی جائے کہ اللہ آپ کی عمر کو دراز کرے بلکہ عمل صالح یا خیر کی قید کے ساتھ دعا دی جائے **أطال الله بقائک علی الخیر**۔ اللہ خیر پر آپ کی بقاوحیات کو طویل کرے۔

سال نو کے شروع میں عام طور پر ایک دوسرے کو بعض معاشروں میں تہنیتی پیغامات پیش کیے جاتے ہیں اور اسی طرح یوم پیدائش کی سالگرہ بھی بڑے ہی زور وشور سے منائی جاتی ہے، شرعاً اس کا جو بھی حکم ہو لیکن مذکورہ بالاتحریر کی روشنی میں ایک عاقل یہ فیصلہ کرے کہ اس کا یہ عمل دانشمندی پر مبنی ہے، وہ کس بات کا جشن اور خوشی منا رہا ہے کیا اس زندگی کا جو کل اس کے لیے رسوائی اور عذاب کا باعث ہوگی اور اگر اللہ کی توفیق سے وہ وقت سے کام لینے والا اور اسے نیک اعمال سے آباد کرنے والا ہے تو پھر اطاعت گذاروں کا یہ شیوہ نہیں، وہ اترانے کے بجائے شکر بجالاتے ہیں اور یہ شکران کے لیے مزید توفیق کی راہوں کو کھولتا ہے۔

اس لیے سال نو کے موقع پر یہ جائزہ لیں کہ مذکورہ بالا حدیث میں جن دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ہم اپنے آپ کو کس قسم کے لوگوں کے ساتھ پاتے ہیں **فمن وجد خیرا فلیحمد الله ومن وجد غیر ذلک فلیتب ویحسن عمله**۔ جو اپنے آپ کو خیر الناس کے ساتھ پاتا ہے تو وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرے اور جو اپنے آپ کو شر الناس کے ساتھ پاتا ہے تو وہ اپنی راہ کو تبدیل کردے اور خیر الناس کی راہ پر آجائے۔ اس میں اس کی خیریت ہے اور یہی اس سے شرعاً وعقلاً مطلوب ہے۔ والتوفیق بید اللہ۔

افتتاحیہ

# اپنی بات

**مدیر**

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ۲۸-۲۹ نومبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ و جمعرات، منعقد ہونے والے دوسرے دوروزہ اجتماع ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ کی سرگرمیوں کے متعلق ماہنامہ ''محدث'' بنارس کا خصوصی شمارہ الحمدللہ طبع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے۔ ماہ جولائی تا دسمبر ۲۰۱۹ء کا یہ شمارہ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ پروگرام کی پوری کورنگ کے ساتھ ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ کی دینی، علمی، تصنیفی، تدریسی، صحافتی، سماجی، معاشرتی کاوشوں اور قربانیوں پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہے۔

اس طویل وقفہ میں جامعہ سلفیہ میں بہت سے امور پایہ تکمیل کو پہنچے۔ ۲۳/اکتوبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲۳/صفر ۱۴۴۱ھ بروز بدھ، سعودی عرب کے معزز مہمانوں کی آمد ہوئی۔ جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض کے عزت مآب وائس چانسلر الاستاذ الدکتور احمد بن سالم العامری حفظہ اللہ، جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے وکیل الاستاذ الدکتور فرید بن علی الغامدی حفظہ اللہ، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وکیل ڈاکٹر حسین بن شریف العبدلی حفظہ اللہ، الاستاذ الدکتور عبداللہ بن عبدالعزیز الیوسف حفظہ اللہ، الاستاذ الدکتور محمد بن متعب العتیبی حفظہ اللہ، سعودی سفارت خانہ دہلی کے ملحق ثقافی کے نگراں ڈاکٹر صالح بن عبداللہ الشتوی اور سفارت خانہ کے اقتصادی امور کے صدر سعادۃ الاستاذ ماجد عبدالرحمن العتیبی پر مشتمل ایک ''وفد کریم'' آیا جس کا منتظمین جامعہ سلفیہ، اساتذہ کرام اور طلبہ عزیز نے والہانہ استقبال اور خیر مقدم کیا۔ اس وفد کی آمد جامعہ کی ترقی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے یقیناً جامعہ کا وقار بلند ہوا ہے اور اس کی شہرت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ اس وفد کی آمد پر جامعہ نے ۲۴/اکتوبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲۴/صفر ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات، **مبادئ التعایش والتسامح فی الاسلام ودور التعلیم فی الفهم والتعامل** یعنی ''باہمی رواداری کے اسلامی اصول اور اس کے فروغ میں تعلیم کا کردار'' کے موضوع پر ایک انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں مختلف ادیان و مذاہب کے نمائندے شریک ہوئے۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ پروگرام نہایت کامیاب رہا۔ ان شاء اللہ اس انٹرنیشنل کانفرنس کی فعالیات ونشاطات کے بارے میں آئندہ کسی قریبی شمارہ میں تفصیل پیش کی جائے گی۔

نیز اس طویل وقفہ میں ملک عزیز ہندوستان میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ جن لوگوں نے ملکی آئین کے تحفظ کی شپتھ لی تھی انہوں نے اس میں سیندھ لگانے کا کام شروع کر دیا ہے اور اس دستور اساسی کو آئینہ دکھانے لگے جو ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی نگرانی میں بنایا گیا تھا جو پورے دیش باسیوں کے درمیان گنگا جمنی تہذیب کو فروغ دے رہا تھا۔ رواداری، اخوت و بھائی

چارہ کی بنیادوں کو مستحکم کر رہا تھا۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب کو اتحاد و اتفاق، یک جہتی اور دوستی کا درس دے رہا تھا اور وطن کی سالمیت و بقا کا ضامن تھا، ایسا دستور حکومت کے متوالوں کو راس نہ آیا۔ ایک مخصوص طبقہ کو جنھوں نے اپنے خون جگر سے اس چمن کو سیراب کیا تھا اور انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، انہیں پریشان کرنے کی ٹھان لی۔ تین طلاق کے قانون کے بعد جنت نما کشمیر کے خصوصی درجہ (دفعہ ۳۷۰) کو ختم کر دیا گیا۔ ابھی اس کا غم تازہ ہی تھا کہ بابری مسجد کے متعلق ۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز سنیچر، آنے والے فیصلہ نے اور غمگین و پریشان کر دیا۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کے لئے غیر متوقع اور حیرت واستعجاب میں ڈالنے والا تھا مگر سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ عدالت عظمیٰ نے اس طویل اور اہم قضیہ کا فیصلہ کچھ اس طرح کیا جو ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے مترادف ثابت ہوا۔ بابری مسجد کے عدالتی قضیہ میں مسلم فریق کی طرف سے زمین کی ملکیت کا دعوی عدالت عظمی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوا اور وہ مسجد جو ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو شہید کی جا چکی تھی اس جگہ رام مندر بنانے کا راستہ صاف کر دیا گیا اور بابری مسجد کے عوض مسلمانوں کو پانچ ایکڑ زمین دینے کا وعدہ کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ جب عدالت عظمی کے نزدیک مسلمانوں کا مالکانہ حق ہی نہیں رہا تو پھر یہ پانچ ایکڑ زمین کیوں دی جا رہی ہے اور کس لیے دی جا رہی ہے؟ حالانکہ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں نہایت ہی صاف لفظوں میں یہ اعتراف کیا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر مندر توڑ کر نہیں ہوئی تھی اور ۱۹۴۹ء تک اس میں نماز ہوتی تھی۔ اس میں غیر قانونی طور پر مورتیاں رکھی گئیں اور ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو غیر قانونی طور پر بابری مسجد توڑی گئی۔ اس غیر متوقع اور حیرت واستعجاب میں ڈالنے والے فیصلے کا اکثر مسلمانوں نے کھلے دل سے احترام کیا اور اس معاملہ کو احکم الحاکمین کی عدالت کے سپرد کر دیا جہاں فیصلے عدل وانصاف کے ساتھ ہوتے ہیں اور دور نزدیک تک کسی ظلم وتعدی کا شائبہ نہیں ہوتا۔

> یہ نازک وقت مسلمانوں کے لئے آزمائش اور امتحان کا وقت ہے۔ سخت ترین حالات میں مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ آئین کی روشنی میں مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کے سامنے ڈٹے رہنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ہے اور سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اپنا تعلق اللہ سے مضبوط کرنا چاہئے۔ مسجدوں کی طرف قدم بڑھانا چاہئے۔ انہیں آباد کرنا چاہئے۔ ذکر واذکار، تلاوت واستغفار میں اپنے اوقات کو صرف کرنا چاہئے۔ بداعمالیوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تقدیر کی بدی کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے اس لئے خلوص دل سے دعا ومناجات کرنا چاہئے۔ نبی ﷺ کے طریقے کو حرز جان بنانا چاہئے۔ ہمیں یاد کرنا چاہئے کہ ایسے پرآشوب حالات میں نبی ﷺ کا طریقہ کیا تھا ہمیں اسی طریقہ کو اپنے لیے اختیار کرنا چاہئے۔

اس فیصلے کے بعد مسلمانوں نے سوچا کہ چلو دیر سویر جیسے تیسے فیصلہ تو آیا۔ شاید اب ہم سکون واطمینان کی سانس لے سکیں اور چین کی زندگی گزار سکیں۔ اسلامی احکامات اور دینی شعائر کو شرح صدر کے ساتھ انجام دے سکیں اور اس کھائی کو جو

دو دلوں کے درمیان حائل تھی اسے پاٹ سکیں، مگر آنے والا دن اس سے بھی زیادہ سیاہ بن کر آیا جس نے مسلمانوں سمیت بہت سے برادران وطن کی مسکراہٹیں چھین لیا اور خوف وہراس میں مبتلا کر دیا۔ یکے بعد دیگرے حادثات کی وجہ سے ملک کے حالات بہت سنگین اور خطرناک بن چکے ہیں۔لوگ سراپا احتجاج ہیں۔شہریت ترمیم بل C.A.B اور N.R.C. ایسے قوانین ہیں جو بالخصوص مسلمانوں کے گرد حصار کو تنگ کر رہے ہیں اور مزید مشقت و پریشانی میں ڈال رہے ہیں۔ یہ نازک وقت مسلمانوں کے لئے آزمائش اور امتحان کا وقت ہے۔سخت ترین حالات میں مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ آئین کی روشنی میں مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کے سامنے ڈٹے رہنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ہے اور سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اپنا تعلق اللہ سے مضبوط کرنا چاہئے۔مسجدوں کی طرف قدم بڑھانا چاہئے۔انہیں آباد کرنا چاہئے۔ذکر واذکار، تلاوت واستغفار میں اپنے اوقات کو صرف کرنا چاہئے۔ بداعمالیوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔تقدیر کی بدی کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے اس لئے خلوص دل سے دعا ومناجات کرنا چاہئے۔ نبی ﷺ کے طریقے کو حرز جان بنانا چاہئے۔ہمیں یاد کرنا چاہئے کہ ایسے پرآشوب حالات میں نبی ﷺ کا طریقہ کیا تھا ہمیں اسی طریقہ کو اپنے لیے اختیار کرنا چاہئے۔

سنن ابی داود (۱۳۱۹) کی روایت میں ہے: **كان النبي ﷺ إذا حزبه أمر صلى**۔ جب نبی ﷺ کو کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو آپ نماز کا اہتمام کرتے۔صحیح مسلم (۲۷۳۰) میں ہے: **أن النبي ﷺ كان يقول عند الكرب- وفي رواية كان إذا حزبه أمر- قال: لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السماوات ورب الأرض ورب العرش الكريم**۔ نبی ﷺ کرب و پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں جو عظمت والا بردبار ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔سنن ابی داود (۱۵۳۷) کی صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ جب کسی قوم سے ڈر محسوس کرتے تو یہ دعا پڑھتے: **اللهم إنا نجعلك في نحورهم ونعوذبك من شرورهم**۔ اے اللہ ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اس لیے مسلمانوں کو ایسے سنگین حالات میں نماز اور مذکورہ دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ کہیں یہ ہماری بداعمالیوں اور برے کرتوتوں کا تازیانہ تو نہیں۔ ذکر واذکار، دعا واستغفار اور عبادات ومناجات کے ساتھ بسم اللہ پڑھ کر اپنے کاغذات بھی درست کرانے چاہئیں۔اس سلسلہ میں مسلم تنظیموں، وکلاء اور جانکار افراد کو صحیح رہنمائی کرنی چاہئے اور کاغذات درست کرانے میں مدد کرنی چاہئے۔اہل ثروت حضرات ناداروں کی مدد کریں تاکہ مالی تنگی کی وجہ سے کسی کا کاغذ درست ہونے سے نہ رہ جائے۔ یہ نازک ترین وقت ہے۔ہم ایک دوسرے کی مدد کریں۔کسی کو مورد الزام ٹھہرانے اور نکتہ چینی کرنے سے پرہیز کریں۔ **اللهم أمنا في أوطاننا واجعل ثأونا على من ظلمنا، إنك سميع مجيب الدعوات**۔ ●●●

# اسلام میں وضع قطع اور ظاہری شکل وشباہت کی اہمیت

ڈاکٹر اشفاق احمد سلفی، حیدرآباد

ڈاکٹر اشفاق احمد سلفی علم طب کی کافی مشہور ومعروف شخصیت کا نام ہے۔جامعہ سلفیہ سے ۱۹۸۷ء میں عالمیت مکمل کرنے کے بعد چمنستان سرسید علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۹۸ء میں ایم ڈی (ڈاکٹر آف میڈیسن) کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں ہندوستان کی اقتصادی راجدھانی شہر ممبئی میں طبیہ کالج میں تدریسی فریضہ انجام دیا۔آپ لکھنؤ کے ارم طبیہ کالج کے فاؤنڈر پرنسپل بھی رہ چکے ہیں۔ ۲۰۰۹ء سے تاحال مرکزی حکومت ہند کے زیر نگرانی چلنے والے ادارہ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین میڈیکل ہیریٹیج، حیدرآباد دکن میں ریسرچ آفیسر کے طور پر اپنی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔آپ کا آبائی وطن موضع تھرولی ضلع بلرام پور (یوپی) ہے اور سال ولادت ۱۹۷۰ء ہے۔میں ماہنامہ ''محدث'' کی بزم میں ان کا خیر مقدم کرتا ہوں نیز مزید قلمی تعاون پیش کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالی انہیں علم طب اور سائنس کی روشنی میں تحقیق کرکے اسلامی احکامات وتعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق دے تاکہ دیگر ادیان وملل پر اسلامی تعلیمات کی حقانیت واضح ہوسکے، آمین۔ —— مدیر

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات میں پیدا کیا اور اس میں بھی ہمیں مسلمان بنایا۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

[لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

(التین: ۴) ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت شکل میں پیدا کیا ہے۔یعنی انسان کی جو بناوٹ ہے وہ بہت ہی پسندیدہ ہے۔

احکام اسلامیہ کا پھیلاؤ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ پورے احکام پر عمل کرے۔ یہ احکام عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست وحکومت، سونے جاگنے، کھانے پینے، ملنے جلنے، میاں بیوی کے تعلقات، اولاد کی تربیت، شکل وصورت، وضع قطع، لباس، دوستی اور دشمنی رہن سہن وغیرہ تمام چیزوں کو شامل ہیں۔

اسلام میں وضع قطع سے مراد انسان کی ظاہری شکل و شباہت ہے جس میں چہرہ اور لباس دونوں شامل ہیں۔ابھی ہم صرف اسلامی چہرہ کے بارے میں گفتگو کررہے ہیں۔وہ یہ ہے کہ چہرہ پر شرعی داڑھی ہو یعنی مکمل بڑھی ہوئی ہو، یہ کسی بھی طرح کاٹی نہ جائے اور مونچھیں چھوٹی ہوں۔صرف داڑھی دیکھ کر ایک مسلم اور غیر مسلم میں فرق کیا جاسکے۔

اللہ تعالی نے مرد اور عورت میں ظاہری تمیز کے لئے مردوں کو داڑھی والا بنایا جس سے مرد کا حسن اور رعب دوبالا

ہو جاتا ہے گویا داڑھی مرد کے چہرے کا تاج ہے۔ فطری طور پر بھی انسان داڑھی کو اپنے لیے موجب عزت جانتا ہے کیونکہ یہ اللہ کا رنگ ہے جس کے برابر کوئی رنگ نہیں۔ اسی لئے اگر ایک شخص کو بلوغت کے بعد بھی داڑھی نہیں آتی تو اسے نقص شمار کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، اسلامی احکام کو اپناؤ، دشمنانِ اسلام کی پیروی نہ کرو، اللہ کے نیک بندے بنو۔ نبی ﷺ کی سیرت اور صورت کو اختیار کرو، ایسا لباس پہنو کہ دیکھنے والے آپ کو مسلمان سمجھیں، قرآن شریف کی آیت پیش نظر رہے:

[ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ ] (ہود: ۱۱۳) اور ظالموں کی طرف مائل مت ہو جاؤ، ایسا ہوا تو تمہیں دوزخ کی آگ پکڑ لے گی۔

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول یاد آ گیا:

”**نحن قوم أعزنا الله بالإسلام فإن ابتغينا العزة بغيره أذلنا الله**۔ (صحیح ابن حبان ۶۵۶۴، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔)

ہم وہ قوم ہیں جن کو اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی، بیشک اللہ جن کو عزت عطا کرتا ہے انھیں کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔

## داڑھی کی فرضیت کے دلائل:

۱۔ صحیح بخاری (۵۸۹۲) میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”**خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب**“ مشرکین کی مخالفت کرو اور مونچھوں کو تراشو اور داڑھی کو خوب بڑھاؤ۔

ایک روایت میں ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو اور داڑھی کو خوب بڑھاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجوسیوں کی مخالفت کرو اور داڑھی کو خوب بڑھاؤ۔

چوں کہ داڑھی مونڈنا اور مونچھیں بڑھانا مشرکین، یہودیوں اور مجوسیوں کا طریقہ رہا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں سختی فرمائی اور مشرکین اور مومنین کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔

۲۔ داڑھی رکھنا سب انبیاء کی سنت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

[ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِى وَلَا بِرَأْسِىٓ ] (طٰہٰ: ۹۴) اے میرے بھائی میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر کے بال کو پکڑو۔

۳۔ داڑھی بڑھانا اللہ کا بھی حکم ہے۔ تاریخ ابن جریر (۲/ ۶۵۴-۶۵۵) میں قصہ مذکور ہے کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کی طرف سے دو فوجی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو آپ نے ان دونوں کی طرف دیکھنا ہی پسند نہیں کیا یعنی ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مخاطب کیا کہ تم دونوں کے لیے عذاب ہے کس نے تم کو اس طرح کا حکم دیا ہے کہ تم داڑھی منڈاؤ اور مونچھیں بڑی رکھو، ان دونوں نے کہا کہ ہمارے رب یعنی کسریٰ نے ہمیں حکم دیا ہے چونکہ وہ اپنے بادشاہ کو رب کہا کرتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

سن کر فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھے داڑھی چھوڑنے اور مونچھوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

(اس کی سند میں یزید بن ابی حبیب راوی حافظ ابن حجر کے بقول گرچہ ثقہ اور فقیہ راوی ہے تاہم مرسل روایت کرتا ہے اور محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے۔ بنابریں یہ سند ضعیف ہے۔

داڑھی رکھنے کے بارے میں احادیث میں جتنے بھی الفاظ آئے وہ سب وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی داڑھی مکمل طور پر رکھنا فرض ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اعفوا اللحی''، (سنن النسائی (۵۰۴۶) جس کا معنی ہے خوب اچھی طرح داڑھی بڑھاؤ، ''اعفوا'' کے علاوہ ''وفروا'' صحیح بخاری (۵۸۹۲) ''اوفروا'' صحیح مسلم (۲۵۹) ''ارخوا'' صحیح مسلم (۲۶۰) کے الفاظ بھی ہیں، یہ سب الفاظ اچھی طرح بڑھانے پر دلالت کرتے ہیں اور آخر میں یعنی ''ارخوا'' کے معنی تو لٹکانے کے ہیں، خوب زیادہ بڑھانے کے ہیں یعنی داڑھی کو اپنے حال پہ چھوڑ دو۔

تقریب التہذیب (۵۷۲۵، ۷۷۰۱)، لیکن اس معنی کی روایت صحیح بخاری (۲۹۳۹، ۴۴۲۴، ۷۲۶۴) میں اختصار کے ساتھ موجود ہے، اس لیے اسے درجہ اعتبار حاصل ہے۔ الجامع الصحیح للسنن والمسانید (۴۱۸/۱۳) کے معلق نے لکھا ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔)

معلوم ہوا کہ داڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کا کاٹنا صرف رسول کا ہی نہیں بلکہ رسول کے رب کا بھی حکم ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ داڑھی مونڈنا بہت ہی ناپسندیدہ فعل ہے اور اللہ کے رسول نے اس کی طرف نظر بھی نہیں اٹھا کر دیکھا جب کہ یہ معلوم ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھے تو اگر کوئی مسلمان ایسا کام کرتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ یہ عادت یا طریقہ مجوسیوں اور غیر مسلموں کا ہے اور اس کا عملی ثبوت بھی ملا اس لیے کہ ان کی داڑھیاں کٹی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔

داڑھی رکھنے کے بارے میں احادیث میں جتنے بھی الفاظ آئے وہ سب وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی داڑھی مکمل طور پر رکھنا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اعفوا اللحی''، (سنن النسائی (۵۰۴۶) جس کا معنی ہے خوب اچھی طرح داڑھی بڑھاؤ، ''اعفوا'' کے علاوہ ''وفروا'' صحیح بخاری (۵۸۹۲) ''اوفروا'' صحیح مسلم (۲۵۹) ''ارخوا'' صحیح مسلم (۲۶۰) کے الفاظ بھی ہیں، یہ سب الفاظ اچھی طرح بڑھانے پر دلالت کرتے ہیں اور آخر میں یعنی ''ارخوا'' کے معنی تو لٹکانے کے ہیں، خوب زیادہ بڑھانے کے ہیں یعنی داڑھی کو اپنے حال پہ چھوڑ دو۔

**۴۔ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کی صفات:**

صحیح مسلم (۲۳۴۴) میں ہے ''**وکان کثیر شعر اللحیۃ**'' آپ ﷺ کی داڑھی مبارک زیادہ بالوں والی تھی۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ: ''**کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ**'' رسول اللہ ﷺ گھنی داڑھی والے تھے۔ (شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے مختصر شمائل محمدیہ ص: ۱۸ میں ضعیف جدا کہا ہے لیکن امام نسائی نے اپنی سنن

کے کتاب الزینۃ (۵۲۳۲) میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا مربوعاً کث اللحیۃ، شیخ البانی سے اسے صحیح کہا ہے)

حافظ ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اللحیۃ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی داڑھی والے تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے خوبصورت انسان تھے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ شعر ارشاد فرمایا:

وأَحسنُ منكَ لم ترَ قطٌّ عيني
وَأجمَلُ مِنكَ لَمْ تَلِدِ النّسَاءُ
خلقتَ مبرأً منْ كلّ عيبٍ
كأنكَ قدْ خلقتَ كما تشاءُ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سے زیادہ خوبصورت آدمی میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور کسی عورت نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی بچہ نہیں جنا آپ کو اللہ تعالی نے ہر عیب سے پاک پیدا کیا گویا کہ جیسا آپ نے چاہا ویسا اللہ نے آپ کو پیدا کیا یعنی دنیا میں سب سے خوبصورت انسان کی داڑھی سب سے گھنی تھی۔

اب ذرا سوچئے کہ داڑھی کاٹنے والا شخص خوبصورت کیسے ہوا ہے۔ اس کا شمار بدصورتوں میں ہوا۔ داڑھی کاٹنے کے لیے جتنی بھی روایات بیان کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

۶۔ داڑھی ایک زینت ہے: قرآن میں ارشاد ہے:
[يَا بَنِيٓ آدَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ (سورۃ الاعراف: ۳۱) اے بنی آدم مسجد میں ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

زینت لباس کا بھی اور چہرے کا بھی، دونوں شریعت کے مطابق ہونی چاہئے، اگر نماز میں ہم مکمل شرعی زینت کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تو ہمیں خوف ہونا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالی ہماری نمازوں کو قبول نہ فرمائے۔

## داڑھی بڑھانے کے فوائد:

۱۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں کچھ ملے یا نہ ملے لیکن آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ ہونے والا ہے اور ایک مومن کا مطمح نظر آخرت ہوتا ہے۔ دنیا کی زندگی تو گذر جاتی ہے ہمارا یہ ایمان ہونا چاہئے کہ ہم سبھی لوگوں کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، مرنے کے بعد اللہ تعالی ایک ایک چیز کا حساب لے گا ہمارا نیک عمل وہاں کام آئے گا، قیامت کے دن سب لوگ کھڑے ہوں گے اس وقت رشتے دار بھی ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں گے نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ قرآن نے اس کا نقشہ کھینچا ہے:

[يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ، وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ، وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ] (عبس: ۲۴) اس دن انسان اپنے بھائی اور باپ سے بھاگے گا، اپنے ماں سے بھاگے گا۔ اس وقت یہ نیکیاں کام آئیں گی۔

برادران اسلام: موت کا کوئی وقت متعین نہیں، ہم کو خوف کھانا چاہئے کہ بغیر داڑھی کے قبر میں فرشتوں کا سامنا کریں ان شاء اللہ اگر میدان محشر میں اسلامی شعار میں حاضر

ہوں تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کریں گے۔

۲۔ ہر شخص کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ اسی طرح اسلام میں باطن کے ساتھ ساتھ ظاہری شکل وشباہت کی بہت زیادہ اہمیت ہے جس طرح سے انصاف کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انصاف نہ صرف کیا جانا چاہیے بلکہ بظاہر نظر آنا بھی چاہیے کہ انصاف کیا جارہا ہے، اسی طرح سے ہم کو نہ صرف باطنی طور پر مسلم ہونا چاہیے بلکہ بظاہر نظر آنا بھی چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہماری شکل وشباہت کو دیکھ کر لوگ پہچان سکیں کہ ہمارا تعلق خیرامت سے ہے۔

ذرا سوچئے اگر ہندوستان کے سارے مسلمان یا اسی طرح سے دنیا کے سارے مسلمان اسلامی شعار میں آجائیں یعنی اپنے چہروں سے مسلمان دکھنے لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے رعب کو غیر مسلموں کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول نے فرمایا:

**"أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي: نصرت بالرعب مسيرة شهر"** (صحیح بخاری: ۳۳۵)

پانچ خصوصیات صرف مجھے عطا کی گئی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ ایک ماہ کی مسافت تک دشمنوں کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔

۳۔ شناخت مومن: داڑھی کے ذریعہ دو اجنبی لوایک دوسرے کو پہچان لیا کریں گے کہ یہ شخص مسلمان ہے، اس کو السلام علیکم کہیں گے اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کا تعاون کر سکتے ہیں کسی سرکاری آفس میں ملازم ایک شخص اسلامی شعار کے ساتھ ہے تو ایک مسلمان بھائی کو اس سے تقویت ملے گی اور اس کو ڈھارس بندھے گی، ایسا شخص اسلام کا ایک چلتا پھرتا سفیر بھی ہے جب وہ اپنے اخلاق سے لوگوں کا دل جیتتا ہے تو یہ بات غیر مسلم کے دل میں ثبت ہوجاتی ہے اور وہ شخص اسلام سے قریب آتا ہے اور وہ کہے گا کہ اس نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے لہٰذا ہم کو اس کے مذہب کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنی چاہیے لیکن اگر ہمارا چہرہ غیر مسلموں جیسا رہے گا تو کوئی شناخت نہیں ہوگی۔

۴۔ زیبائش: برادران اسلام ذرا سوچئے کہ ایک شخص نے بہت اچھا گھر بنایا اندر سے پوری طرح سے ڈیکوریٹ کردیا لیکن اس کے مین گیٹ پر گندگی لگی ہوئی ہے تو کیا کوئی شخص اندر جائے گا ٹھیک اسی طرح سے ہمارا باطن بہت ہی اچھا ہو لیکن ہمارا ظاہر غیر اسلامی ہو تو کوئی شخص کیسے سمجھ پائے گا کہ یہ سچا پکا مسلم ہے اسی لیے ہر مسلمان کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنی ظاہری شکل وشباہت کو اسلام کے مطابق کرے۔ آج معاشرے میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ صرف مولوی داڑھی رکھے اور عام مسلمان پر داڑھی ضروری نہیں، یاد رکھو اسلام میں کوئی پاپائیت نہیں ہے، نہ کوئی برہمنزم ہے۔ اسلام میں جو احکام ہیں وہ سب کے لیے ہیں مولوی کے لیے بھی اور غیر مولوی کے لیے بھی، جو فرائض ہیں وہ سب کے لئے ہیں، سب کو ایک جیسے شکل میں رہنا ہے اس میں چھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ قدیم زمانے کی تصویروں کو دیکھیں، سارے مسلمان بادشاہ داڑھی رکھتے تھے لیکن جب غیر مسلمین کے تقارب میں آئے تو مسلمانوں میں بھی بہت سارے رسم و راہ رواج پاگئے اور اپنی داڑھی کاٹنا شروع کردئے نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم

اور غیر مسلم میں فرق مٹ گیا۔

۵۔فضل الٰہی: یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا اکرم اور فضل ہے کہ اس نے ہم کو فری میں نیکی کمانے کا موقع دے دیا ہے اس لئے کہ داڑھی بڑھانے میں کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا ہے جب کہ داڑھی کاٹنے میں یا شیو کرنے میں پیسہ بھی برباد ہوتا ہے، جلد بھی خراب ہو جاتی ہے اور گناہ بھی ملتا ہے۔ثواب کے ہر عمل کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نماز پڑھنی پڑتی ہے روزہ رکھنا پڑتا ہے اسی طرح سے زکوۃ بھی ادا کرنا پڑتی ہے لیکن داڑھی سے ثواب حاصل کرنے کے لئے آپ کو صرف چھوڑ دینا ہے صرف ہماری نیت ہونی چاہیے کہ اے اللہ میں نے تیرے خوف سے اور نبی کی سنت کی تعمیل میں یہ داڑھی رکھی ہے اس کو قبول کر لے نیت اچھی ہوگی تو ان شاء اللہ جیسے جیسے داڑھی بڑی ہوگی ہر وقت ثواب ملتا رہے گا۔

۶۔عمل صالح کی طرف رغبت: اگر ہم اللہ کے خوف سے داڑھیاں بڑھاتے ہیں تو اعمال صالحہ کی طرف رغبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ نیکیاں کرنے میں آسانی پیدا فرماتا ہے، برائیوں کی طرف جانے میں جھجھک پیدا ہوتی ہے اس طرح انسان بیشتر منکرات سے بچ جاتا ہے۔دور حاضر کے مسلمان بہت ساری برائیوں میں مبتلا ہیں، مثلاً حرام روزی سے پرہیز نہیں، رشوت کے لین دین میں بہت زیادہ آگے، تجارت میں دھوکہ، فریب، خیانت اور جھوٹی قسمیں، اولاد کی غیر اسلامی تربیت کرنا، انہیں دشمنوں کے رنگ ڈھنگ سکھا کر دشمنوں کی گود میں پھینک دینا، نماز کی پابندی نہیں، زکوۃ کی ادائیگی نہیں، کھانے پینے میں حرام حلال کا خیال نہیں، یہ سب کچھ ہے، مگر ہیں پھر بھی مسلمان۔ اگر اللہ کے خوف سے شکل وصورت اسلام کے مطابق رکھیں تو ان مصائب سے نجات ممکن ہے، ان شاء اللہ۔

## داڑھی نہ رکھنے کی قباحتیں:

داڑھی نہ رکھنے کی بہت ساری قباحتیں ہیں:

۱۔پہلی بات یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔ایک شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے یا شیو کرتا ہے تو وہ روزانہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، مگر جب وہ اس گناہ کو چھوڑ دے اور توبہ واستغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کا دل مکمل سیاہ ہو جاتا ہے۔"(سنن ابن ماجہ (۴۲۴۴) یہ حدیث حسن ہے۔)

اسی لئے یہ تمام گناہوں میں سب سے خطرناک ہے۔

۲۔دوسری قباحت یہ ہے کہ داڑھی کاٹنا مشرکوں سے اور غیر مسلموں سے مشابہت ہے اور منافقت ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مشرکوں اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔حدیث شریف میں ہے:

"من تشبه بقوم فهو منهم"(سنن ابی داود (۴۰۳۱) حدیث صحیح ہے۔) جو کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے تو وہ ان میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔قباحت یہ ہے کہ داڑھی سے عاری چہرہ رکھنا عورتوں سے مشابہت ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے داڑھی کے ذریعہ مرد اور عورت کے درمیان ایک امتیاز قائم کر دیا اور ایک شخص داڑھی کاٹ کر کے اپنی زبان حال سے یہ کہہ

رہا ہے کہ ہم عورتوں کی طرح ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال (بخاری: ۵۸۸۵)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

اور جس کام پر اللہ تعالی اور اس کے رسول کی لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ اور خطرناک گناہ سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ چوتھی قباحت یہ ہے کہ داڑھی منڈوانا اللہ تعالی کی فطرت کو بدلنا ہے۔ صحیح مسلم (۲۶۱) کی حدیث میں ہے:

دس چیزیں فطرت میں سے ہیں اس میں سے داڑھی کو بڑھانا اور مونچھ کو کاٹنا بھی ہے، تو گویا داڑھی کو کاٹنا اللہ تعالی کی فطرت میں تبدیلی ہے۔

۵۔ علانیہ گناہ: اسلام میں کھلم کھلا گناہ کی بہت بڑی وعید آئی ہے۔ داڑھی کاٹنا اسی میں سے ہے، ایک بے ریش مسلمان خواہ اندر سے کتنا ہی نیک ہو، ایک چیز تو ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ شخص اسلام کے ایک حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر علماء داڑھی کاٹنے میں مبتلا ہیں تو عوام الناس اس کو جائز سمجھ سکتے ہیں اور ان کے غلط کاموں کا وبال بھی ان کے سر پر آتا رہے گا۔ اس طرح وہ اپنے عمل سے ایک غلط پیغام دے رہے ہوتے ہیں۔ بالخصوص دینی مدارس کے فارغین جو عصری درسگاہوں کا رخ کرتے ہیں ان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی شکل و شباہت اور اخلاقیات کو اسلام کے مطابق برقرار رکھیں تاکہ دیگر طلباء پر ایک اچھا تاثر قائم ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

[ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ] (سورہ نور آیت ۱۹)

بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں برائی عام ہوجائے ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ہمارا باطنی عمل ہمارے اور اللہ کے بیچ میں، لیکن ظاہر سب کو نظر آتا ہے، وہ ہر آدمی دیکھتا ہے۔ لہٰذا ہم کو نہ صرف باطنی طور پر بلکہ ظاہری طور پر بھی مسلم نظر آنا چاہیے۔

۶۔ نعمت کی ناشکری: برادران اسلام: اللہ تعالی نے ہمیں اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ اللہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

[ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ] (الضحی: ۱۱) اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرو۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

[ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ] (ابراہیم: ۷)

اگر تم نے ہماری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو ہم اور زیادہ دیں گے اضافہ کریں گے لیکن اگر تم نے ناشکری کی تو سمجھ لو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور ہم غیر مسلموں جیسا چہرہ بنا کر کے گویا کہ اس نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں اس ناشکری کا کتنا دردناک عذاب ہے، اللہ تعالی ہم تمام لوگوں کو ان تمام چیزوں سے بچائے۔

۷۔ بغاوت: برادران اسلام ہم اسلامی شعار کی خلاف ورزی کرکے گویا کہ اسلام کے حکم کو چیلنج کررہے ہیں ذرا سوچئے کہ بغاوت کا کتنا بھیانک انجام ہے۔ آج مسلمانوں پر چاروں طرف سے مصیبتیں آن پڑی ہیں، ظالم حکمرانوں کا تسلط ہے جو ہر طرف سے مسلمانوں کو ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں، ایسی صورت میں جو ہمارے اختیار میں ہے ان شرعی احکام پر عمل کرنا بہت ہی ضروری ہو جاتا ہے اور یہ جہاد کا کام ہے۔ یقین جانیے ایک ایسے ملک میں جہاں ہم داڑھی رکھ سکتے ہوں اور نہیں رکھ رہے ہیں، جہاں نماز پڑھ سکتے ہوں اور نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، جہاں اسلامی شعار پر عمل کرسکتے ہوں اور نہیں کررہے ہیں تو ہم کو خوف کھانا چاہئے کہیں اللہ تعالی وہ وقت نہ مسلط کردے کہ آپ داڑھی رکھنا بھی چاہیں تو نہیں رکھ سکیں گے، آپ نماز پڑھنا بھی چاہیں گے تو نہیں پڑھ سکیں گے، آپ اسلامی شعار پر عمل کرنا بھی چاہیں گے تو نہیں کرپائیں گے۔

اس لیے اللہ تعالی نے جو ہم کو آزادی دی ہے، پرامن اور اسلام کے موافق ماحول دیا ہے اس کو نعمت سمجھتے ہوئے برادران وطن سے اچھے اور خوشگوار تعلقات رکھیں، اسلامی شعار اختیار کریں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں۔ اگر ہم خالص توبہ کریں گے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا۔قرآن مجید میں فرمایا:

[قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ ] (زمر: ۵۳) اے میرے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ جنہوں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا اور گناہ کررکھے ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔

برادران اسلام! ہمارے اندر احتساب کا عمل مفقود ہوگیا ہے۔ اللہ کا خوف نہیں ہے اسی لئے بعض مسلمان داڑھی مونڈتے ہیں اور بعض مسلمان پوری داڑھی نہیں رکھتے وہ داڑھی کاٹنے کے گناہ میں مبتلا ہیں۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہرسنت ہمارے لئے مینارۂ نور نہیں؟

کیا صحابہ اور دیگر اسلاف بلکہ انبیاء علیہم السلام کا ایک متواتر عمل اس بات کا غماز نہیں کہ داڑھی اسلام میں ضروری ہے۔ پورے کے پورے دین پر عمل کرنا اور اس کی دعوت کو پھیلانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔

التماس: خطباء حضرات سے بھی التماس ہے کہ ہر جمعہ کے خطبہ میں کم ازکم دو منٹ داڑھی کی فرضیت پر ضرور بیان دیں تاکہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں اور شکل و شباہت اسلامی کریں۔

عہد کیجئے کہ اللہ کے خوف سے ہم داڑھی رکھیں گے اس کے بعد اللہ سے ثابت قدمی کی دعا بھی کیجئے کیونکہ شیطان ہمارے خون کے رگوں میں دوڑتا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ (صحیح بخاری: ۶۲۱۹) اس لیے کہ ہدایت صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔کوئی بھی نیک کام کرنے کے لئے کوشش بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ اللہ کی توفیق بھی۔

اللہ ہمیں صالح عمل کی توفیق دے، آمین یا رب العالمین۔ ●●

# مولانا خلجی............سرمایہ ملت کا نگہبان

مولانا عبدالمبین ندوی
استاذ جامعہ ریاض العلوم، دہلی

مولانا عبدالمبین ندوی حفظہ اللہ کا شمار جماعت اہل حدیث کے سنجیدہ اور معروف اہل قلم میں ہوتا ہے۔آپ نے ندوۃ العلماء سے ۱۹۸۲ء میں سند تکمیل کی۔ماہنامہ ''السراج'' جھنڈانگر، نیپال، دوماہی مجلہ''الفرقان''ڈومریا گنج کے ایڈیٹر، مولانا صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ کی سرپرستی میں شائع ہونے والے پندرہ روزہ ''ترجمان جدید'' کے نائب مدیر رہ چکے ہیں۔متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ کے مضامین کا مجموعہ''متاع لوح وقلم'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔آپ کی عربی تصنیف ''الشیخ ثناء اللہ الأمرتسري، حیاته وجهوده'' جامعہ سلفیہ کے ادارۃ البحوث الاسلامیہ سے طبع ہوکر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ فی الحال جامعہ ریاض العلوم دہلی میں دینیات اور عربی ادب کے استاد ہیں۔ان کی تاریخ ولادت نومبر ۱۹۵۸ء اور جائے ولادت ضلع سدھارتھ نگر ہے۔اللہ تعالیٰ صحت وتندرستی کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق دے، آمین۔ ——— مدیر

لیے تھا ملت مرحوم کا اک بوجھ کاندھے پر
چمک دیدہ وری کی سب نے دیکھی اس کے ماتھے پر

مولانا عبدالوہاب خلجی ایک شخص نہیں بلکہ ایک شخصیت تھے۔ان کی ملی خدمات دینی حمیت وجماعتی غیرت مسلکی جرأت وہمت وبے لوث خدمات ہمیں اس بات پر مجبور کررہی ہے کہ آنے والی نسلوں کو ان سے روشناس کرایا جائے۔جن کی ایک طویل فہرست ہے، یوں تو مولانا خلجی سے میرے تیس پینتیس سالہ قدیم تعلقات ہیں جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔تاہم ان کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے بعض نمایاں پہلوؤں کا تذکرہ ضروری ہے جس سے عہد خلجی کے خدوخال واضح ہوسکیں۔

مولانا عبدالوہاب خلجی ۱۹۵۶ء میں پنجاب کے مشہور صنعتی شہر مالیر کوٹلہ کے ایک متوسط دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مالیر کوٹلہ کے مدرسہ اسلامیہ موتی مسجد میں حاصل کی۔جس میں ۱۸۹۸ء میں مولانا امرتسری بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اسی مدرسہ ومسجد میں میرے چچا مولانا مقبول احمد جلیلی (متوفی ۲۰۰۴ء) جوانی تا وفات امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ان سے اور اپنے والد عبدالواحد خلجیؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۷۰ء میں دہلی وارد ہوئے اور مدرسہ سبل السلام پھاٹک حبش خاں میں داخل ہوئے۔ جہاں مشہور معلم ومربی مولانا عبدالصمد رحمانیؒ سے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بعدہ جامعہ رحمانیہ بنارس آئے یہاں کے اساطین علم

وفضل ومشاہیر اساتذہ سے کسب فیض کے بعد مولانا خلجی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی شاخ دارالحدیث کے ماہر اساتذہ سے استفادہ کے بعد جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الدعوۃ واصول الدین میں داخل ہوکر ۴ سال تک باکمال اساتذہ ومشائخ علم وفن سے علمی سیرابی حاصل کی۔ جن میں شیخ عمر محمد فلاتہ اور شیخ عبدالصمد الکاتب ودیگر اساتذہ قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں فارغ ہوکر ہندوستان واپس آئے، چونکہ ابتداہی سے تنظیمی ذوق غالب رہا جس کی وجہ سے ۱۹۸۴ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پہلے نائب ناظم مقرر ہوئے جبکہ اس وقت مولانا عبدالوحید سلفیؒ مرکزی جمعیت کے صدر اور مولانا عبدالسلام رحمانیؒ ناظم اعلیٰ تھے، ۱۹۸۷ء میں اپنی نمایاں کارکردگی کی وجہ سے قائم ومقام ناظم اعلیٰ بنے اور ۱۹۹۰ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ یہ عرصہ جماعت کو منظم کرنے کے لئے کاوشوں اور آزمائشوں سے بھرپور رہا، اس کے بعد ۲۷/مئی ۱۹۹۰ء تا ۱۴/اکتوبر ۲۰۰۱ء تک ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے، اس طرح تقریباً ۱۷ برس تک نائب ناظم قائم مقام ناظم اعلیٰ اور آخر میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے مرکزی جمعیت اور جماعت کی مختلف ناحیہ سے گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے، مرکزی جمعیت کے منصب علیا پر مولانا خلجی ایک بارگی نہیں بلکہ بتدریج پہنچے، اس سے وابستہ ہوکر ضلعی وصوبائی سطح سے لے کر مرکزی سطح تک کو سرگرم وفعال بنایا اور اپنی جوانی کی بیش قیمت طاقت کو اس کے زلف پریشاں کو سنوارنے میں جھونک دیا جس سے کار جمعیت مؤثر انداز میں انجام پانے لگا۔ اور اس منصب عالی کو باوقار بنایا جن صوبوں اور خطوں میں لوگ جمعیت سے واقف نہیں تھے وہاں جمعیت کی آواز پہنچائی، اور جس سطح وفیلڈ کے لوگوں سے ضرورت پڑتی خود مراسلت کرتے۔ لیکن آخر میں اسی جمعیت نے ان کو بے دخلی کر کے عضو معطل بنادیا جس کا عمر بھر قلق رہا۔

۱۹۸۲ء میں راقم ندوۃ العلماء سے فارغ ہوتے ہی اگست ۱۹۸۲ء میں بین الاقوامی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڈھ سے وابستہ ہوگیا۔ یہیں کے زمانہ قیام میں مولانا خلجی سے تعلقات قائم ہوئے جو مرتے دم تک باقی رہے۔ اس اثناء میں جمعیت کے تعلق سے متعدد خطوط ارسال کئے جنہیں کبھی رات میں اور کبھی سفر میں اور کبھی نظامت کی میز پر بیٹھ کر لکھتے جواب تک میرے پاس محفوظ ہیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

یہی وہ عرصہ ہے کہ جماعت کا ایک طبقہ مولانا خلجی کے کام کاج سے ناخوش رہتا تھا، اس نے بیرون سے ملنے والے مالی مساعدات کے سوتوں کو بند کرادیا جس سے جماعتی کازخواہ ترجمان کی اشاعت کا ہو یا تنخواہوں کی ادائیگی کا کافی حد تک متاثر رہا۔ خود پوری مدت کارکردگی کوئی تنخواہ نہیں لی۔ اس کے باوجود رخنہ اندازوں کا ایک طبقہ پیچھے پڑا رہا۔ خاص کر جو خلیجی ممالک میں کسی عہدہ پر براجمان تھے جبکہ مفتی حرم ڈاکٹر شیخ وصی اللہ عباس، ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی، شیخ ناصر العبودی، شیخ عمر محمد فلاقۃ، شیخ عبدالصمد الکاتب، شیخ عبدالعلیم بستوی جیسے بہت سے نامی گرامی لوگ مولانا خلجی

کے کاموں کے مؤید و مداح رہے۔

**عہد خلجی کے نمایاں کارنامے:**

ان سب رکاوٹوں اور دشواریوں کے باوجود مولانا خلجی کے دور نظامت میں بہت سے نمایاں کارنامے انجام پائے جن میں کئی اہم اجلاس اور کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

☆ حرمت حرمین شریفین کانفرنس

☆ مسابقہ حفظ حدیث

☆ مسابقہ حفظ وتجوید قرآن

یہ دونوں سلسلے اس وقت سے لے کر اب تک کسی نہ کسی شکل میں جاری ہیں۔

ان مسابقات کی شروعات مولانا خلجی کے دور نظامت سے ہوئی، اس کا اچھا اثر یہ ہوا کہ ملک میں بالخصوص جماعت میں حفظ قرآن وتجوید اور حفظ حدیث کا ایک عمدہ ذوق پیدا ہوا، شرکاء کو نقد، قیمتی کتب، گھڑیاں، یادگاری بیگ تشجیعی طور پر دیئے جاتے تھے۔

☆ حالات حاضرہ پر علماء اہل حدیث کانفرنس مورخہ ۵،۴ جون ۱۹۹۴ء ایوان غالب کے پرشکوہ ہال میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ آزادی ہند کے بعد حالات حاضرہ کا جائزہ لے کر علماء اہل حدیث کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔ شدید گرمی کے باوجود ہندو نیپال کشمیر و بنگال کے مختلف گوشوں سے ۳۰۰ سے زائد علماء وخطباء ائمہ وذمہ داران جماعت واہل قلم پہلی بار یکجا ہوئے اور بڑی بے باکی سے حالات حاضرہ پر اظہار خیال کیا۔ مرکزی جمعیت کی خصوصی دعوت پر جامعہ سراج العلوم کے ناظم اعلیٰ خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ، مولانا خورشید احمد سلفی، وراقم سطور بحیثیت مدیر ''السراج'' شریک کانفرنس ہوئے، مولانا جھنڈانگری کا خطاب بھی ہوا۔ اسی طرح مسلم یونیورسٹی علی

> اہل حدیث کمپلیکس کی داغ بیل مولانا خلجی ہی کے عہد کی دین ہے۔ انہی کے دور نظامت میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جس میں اس وقت کی جماعت کی نہایت محترم ومؤقر کبار شخصیات شریک ہوئیں۔ مثلاً امام کعبہ شیخ محمد عبداللہ السبیل رحمہ اللہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام وخطیب شیخ عبدالرحمن الحذیفی، ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی، شیخ ناصر العبودی، شیخ ربیع ہادی المدخلی، شیخ بدیع الدین شاہ وعالم اسلامی کی اہم شخصیات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

گڑھ کے سابق وائس چانسلر سید حامد صاحب اور جامعہ سلفیہ بنارس ودیگر جامعات کے وفود کے نمائندے شیخ باسم لوغانی کویت نیز مرکز التوحید وخدیجۃ الکبری کے صدر مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ شریک کانفرنس ہوکر خطاب کیا۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت مولانا مختار احمد ندویؒ نے فرمائی بحیثیت جنرل سکریٹری مولانا خلجی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے پیش آمدہ دینی وملکی ملی مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے مکمل اتحاد پر زور دیا اور علماء سے اپیل کی کہ

کتاب وسنت اوراسلاف کے طرزفکر پر مبنی ایک خالص اسلامی قانون کا مسودہ تیار کریں تا کہ امت فقہی تضادات سے بچ سکے، غرض دوروزہ یہ کانفرنس حد درجہ کامیاب رہی اس سے مولانا خلجی کی دورنگاہی اورملت کے تئیں فکرمندی ونگہبانی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس کانفرنس کے موقع پر ایک یادگاری مجلہ بنام ’’نقش فکروعمل‘‘ بھی شائع کیا گیا۔

☆صوت الاسلام مولانا خلجی کے کاموں میں شیخ الاسلام مولانا امرتسری رحمہ اللہ لائبریری کا قیام بھی ہے۔

☆پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کو ہفت روزہ کیا اور بعد میں اسے آفسٹ پر لائے، جریدہ کے تعلق سے میرے نام اپنے ایک مکتوب گرامی مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۸۷ء میں لکھتے ہیں:

’’جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جریدہ کی ادارت کی ذمہ داری کے بعد مصروفیات میں اضافہ ہوگیا اوراس میں انتھک محنت کی ضرورت ہے، اورہم نے اسے آفسٹ پر بھی لانے کا فیصلہ کرلیا ہے اب اس میں نمایاں تبدیلی نظر آئے گی‘‘۔ مزید لکھتے ہیں۔

مجھے ایک دشواری ہے وہ یہ کہ کوئی متعاون رفیق نہیں ہے جس کے قلم وزبان پر اعتماد کیا جاسکے میرے اندازے کے مطابق آپ اس کسوٹی پر پورا اتر سکتے ہیں معارف سے قریب رہنے کی وجہ سے آپ کو سرکاری اصول وضوابط معلوم ہوں گے اس لئے کیا خیال ہے دارالمصنفین سے چند ماہ کی رخصت لے کر عارضی طور پر آپ جریدہ سے منسلک ہوجائیں۔ یہ ایک تجویز ہے جواب کا انتظار رہے گا۔

اس مکتوب گرامی کے جواب میں میں نے ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا تو جواباً لکھا کہ جریدہ میں آپ مضمون لکھیں ترجمہ کریں ترتیب دیں پروف وغیرہ دیکھنا ذمہ داریوں میں شامل ہے رہا مجلس ادارت میں نام دینا تو یہ کام مجلس شوری وعاملہ کا ہے، انہی اسباب سے اس وقت دہلی نہیں آیا تو ماہنامہ السراج جھنڈانگر ومجلہ الفرقان ڈومریاگنج کا مدیر رہا۔

۲؍ستمبر ۱۹۸۷ء کے ایک اورمکتوب میں موصوف لکھتے ہیں کہ ادارہ ترجمان میں کوئی ہمنوا ابھی تک نہیں مل سکا تلاش جاری ہے۔

☆اصلاح سماج (ہندی ماہنامہ) آپ ہی کے دورنظامت میں ہندی داں طبقہ کے لئے اس کا اجراء عمل میں آیا جوتا ہنوز جاری ہے۔

☆جمعیت شبان اہل حدیث ہند کی تشکیل ۱۹۸۷ء میں آپ ہی کے دورنظامت میں عمل میں آئی ۲۸ جنوری ۸۷ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جمعیۃ شبان اہل حدیث ہند کے قیام کے لئے جدوجہد ہورہی ہے شاید جلد ہی یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے مزید لکھتے ہیں۔

انفرادیت نے ہمارے جماعتی تشخص کو پامال کردیا جس کی وجہ سے آج اہل حدیث ملکی وملی مسائل میں صفر ہیں۔ مجھے نوجوان طبقہ سے قدرے امید ہے ورنہ جماعتی مطلع پر یاس وقنوط کے بادل ہی نظر آتے ہیں۔

☆ ۱۹۹۴ء میں اہل حدیث مدارس ومساجد کا سروے بعہد خلجی شروع ہوا۔اہل حدیث مساجد کی تعداد وتفصیلات جمع کی گئیں۔مردم شماری کا کام بھی مولانا خلجی کے

دورنظامت میں شروع ہوا۔اس سے جماعت کے اندر بڑی دلچسپی اور بیداری پیدا ہوئی۔ بعد میں یہ کام رک گیا۔اس کے تکمیل کی ضرورت آج بھی ہے جس سے جماعت کی افرادی قوت کا صحیح اندازہ لگ سکے۔

☆ اہل حدیث کمپلیکس کی داغ بیل مولانا خلجی ہی کے عہد کی دین ہے۔انہی کے دورنظامت میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔جس میں اس وقت کی جماعت کی نہایت محترم ومؤقر کبار شخصیات شریک ہوئیں۔مثلا امام کعبہ شیخ محمد عبداللہ السبیل رحمہ اللہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام وخطیب شیخ عبدالرحمن الحذیفی، ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی، شیخ ناصر العبودی، شیخ ربیع ہادی المدخلی، شیخ بدیع الدین شاہ وعالم اسلامی کی اہم شخصیات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان شخصیات سے مولانا خلجی کے گہرے مراسم تھے اس سے ان کی ملی وجماعتی فکرمندی اور وسیع تعلقات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

**جماعتی حمیت وغیرت خطوط کی روشنی میں:**

جماعتی حرکت ونشاطات کے لئے پوری زندگی صرف کردی،اس کی ترقی وترویج کے لئے ہمہ وقت رواں دواں رہتے،اور بڑوں کی بے اعتنائی پر کبیدہ خاطر بھی رہتے راقم کو ۷/۲/۱۰/۱۹۸۶ کے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

’’بڑوں سے مایوس ہوکر اب از خود کچھ کرنے کے لئے کمربستہ ہورہا ہوں ورنہ جماعت کی بربادی کی انتہا ہوجائے گی والی اللہ المشکی مزید لکھتے ہیں:

’’میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنے مسلک اپنی جماعت اپنے عقیدہ کی خاطر اور یہ میرا فرض اور میری ذمہ داری ہے‘‘۔

یکم اپریل کے ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

برادر گرامی مولانا عبدالمبین ندوی صاحب السلام علیکم

اس وقت ۲۷/۲/۱۹۸۷ء کا آپ کا مرسلہ مکتوب میرے سامنے ہے اس طویل تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں،اس وقت مصروفیات کا اس قدر انبار ہے کہ آج ایک ماہ آٹھ روز سے میں ’’الدارالعلمیہ‘‘ کی طرف ایک نظر بھی نہ اٹھا سکا،مزید لکھتے ہیں:

اس دفعہ اجلاس شوری وعاملہ کے موقع پر چند ایک امور ایسے سامنے آئے کہ جس سے دل کو کسی حد تک تسلی ہوئی ہے کہ اب ہماری جماعت کا قافلہ آگے بڑھے گا بنا بریں اپنے سخت موقف اور انکار کے باوجود اکابرین کے شدید اصرار پر میں نے چند روز پھر جمعیت کی تعمیر وترقی کے لئے طبع آزمائی کا فیصلہ کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج جمعیت کے مطبوعہ پیڈ پر ہی جواب دے رہا ہوں چند روز بعد اٹوا میں ملاقات کا امکان ہے، میں پہلے روز ہی کے اجلاس میں شرکت کروں گا امید کی مع الخیر ہوں گے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مخلص عبدالوہاب خلجی۔

مذکورہ مکتوب سے واضح ہے کہ مولانا خلجی عہدہ ومنصب کے حریص نہیں تھے جیسا کہ ان کے بعض حریف اس برابر پروپیگنڈہ کرتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب میں منصب سے استعفی دینے کے تعلق سے لکھتے ہیں: ویسے یکم مارچ ۸۷ء کو ہونے والے اجلاس شوریٰ میں مرکزی جمعیت

میں تبدیلی کا امکان ہے، میں کس میرسی اور بڑوں کی عدم دلچسپی کے پیش نظر استعفیٰ آج سے چار ماہ قبل امیر جمعیت کو دے چکا ہوں میرا حالیہ سفر بنارس اس کی منظوری کی تاکید کے لئے تھا۔ جو بے سود رہا''۔

آگے لکھتے ہیں:

آپ جیسے مخلص کا اصرار ہے کہ میں استعفیٰ نہ دوں مگر میرا اصرار ہے کہ اب اس حالت زار میں میرا رہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ ارباب کو میرے وقت، مال، خدمت کی قربانی منظور نہیں۔

وقت گزرتا رہا مولانا خلجی بحیثیت ناظم اعلیٰ خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۷؍جون ۱۹۹۵ء کے ایک مکتوب میں جبکہ میں السراج کا ایڈیٹر تھا استعفیٰ کے تعلق سے کچھ یوں لکھتے ہیں۔

مجلس عاملہ نے میرے استعفیٰ کی منظوری کی توثیق نہ کر کے مجھے دوبارہ یہ ذمہ داری دے دی ہے۔ اگرچہ اب میرا دل اچاٹ ہو چکا ہے انتخاب تک تو کام چلانا ہے۔

ان مکاتیب سے واضح ہے کہ مولانا کام کرنے میں یقین رکھتے تھے۔ منصب او رعہدہ کے پیچھے نہیں پڑتے تھے۔ جس کی توثیق ۲۱؍فروری ۱۹۸۷ء کے ایک مکتوب سے ہوتی ہے لکھتے ہیں:

''برادر عزیز آپ کے خط نے میرے جذبات کو جھنجھوڑ ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے منصب وعہدہ اور شہرت کی ضرورت نہیں ہے، مجھے صرف کام اور خدمت کا شوق ہے، یہ تحریک ہماری ہے ہم اس کو اس طرح بے کار نہیں چھوڑ سکتے۔ دیکھئے یکم مارچ کو شوری کیا فیصلہ کرتی ہے۔''

یہ ان کی جماعتی غیرت اور خودداری تھی کہ کئی بار استعفیٰ دینے کے باوجود عاملہ نے ان کو منصب پر بحال رکھا۔

آخری بار بذریعہ الیکشن ان کو باہر نہیں کیا گیا بلکہ بغیر الیکشن بذریعہ امیر (حافظ یحییٰ صاحب) ان کو معزول کیا گیا۔ جسے مولانا خلجی نے بطیب خاطر قبول کیا اور مولانا اصغر علی امام مہدی کو چارج دے کر علیحدہ ہو گئے۔ اپنے عہد میں مولانا خلجی نے نظامت علیا کے منصب کے وقار کو ہمیشہ بحال رکھا اسے کبھی داغدار نہیں ہونے دیا، منصب کے وقار کا لحاظ کرتے ہوئے کسی جہت سے اپنا تعاقد نہیں کرایا جبکہ مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور رابطہ عالم اسلامی مکہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی جیسی اہم شخصیات سے ان کے گہرے روابط تھے بآسانی مبعوث ہو سکتے تھے مگر پروٹکول والے شخص تھے ان کو یہ گوارہ نہ تھا کہ میں کسی کا ملازم بن کر مرکزی جمعیت کے منصب نظامت پر فائز رہوں۔ جس کا آخری میں عمر شدید احساس رہا۔ اس طویل عرصہ میں اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کیا۔ اور جماعت نے بھی ان کو یکا و تنہا چھوڑ دیا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ مولانا برسوں سے اس عہدے پہ رہ کر بہت مال دار ہو گئے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ فالج کا اٹیک ہوا تو کچھ سنبھل گئے مگر آخری عمر کی بیماری نے توڑ کر رکھ دیا۔ علاج تک کے لئے پیسے نہیں تھے۔ مولانا عبدالمتین سلفی مرحوم کے صاحبزادے مولانا مطیع الرحمن نے کہہ کر آرٹمس ہاسپٹل گوڑگانواں میں ایڈمٹ کرایا۔ جس میں ڈاکٹر جنید حارث جامعہ ملیہ اسلامیہ

پیش پیش تھے۔ مولانا کے بچے اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ ہفتہ عشرہ اس مہنگے اسپتال میں علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا اور گھر لے آیا گیا۔

بحیثیت ناظم اعلیٰ ملک وبیرون ملک کے بے شمار دینی ودعوتی دورے کئے، مختلف عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اور مرکزی جمعیت کا بڑے وسیع پیمانے پر تعارف کرایا، اگر اغیار کی مجلس یا کانفرنس ہوتی تو وہاں بھی کتاب وسنت اور منہج سلف کے امتیازات کا ببانگ دہل اعلان کرتے۔ اس کے باوجود وہ ہر مجلس اور محفل کی رونق بنتے۔

**دیگر تنظیموں واداروں سے روابط:**

مولانا خلجی نے اپنا دائرہ عمل او راثر ورسوخ سلفی ہونے کے باوجود کسی ایک مکتبہ فکر میں محدود نہیں رکھا بلکہ ان کی خدمات ہمہ جہت اور تعلقات بہت وسیع تھے مختلف مکاتب فکر کے علما سے بھی سرکاری حکام سے بھی اور سیاست دانوں سے بھی جن کا مسلک وجماعت کے لیے بھرپور استعمال کیا۔ آیئے ان پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہیں۔

☆ جامعہ ریاض العلوم دہلی اور مولانا خلجی: مولانا خلجی ریاض العلوم کے نہ ممبر تھے نہ فارغ تھے، لیکن اس ادارہ کے ایک اچھے پڑوسی اور خیر خواہ ہونے کی وجہ سے اس کی قدامت کی قدر کرتے تھے۔ دریا گنج پٹودی ہاؤس میں رہائش تھی اس لئے بیشتر وقت کی نماز بالخصوص جمعہ ورمضان کی نماز تراویح جامعہ کی مسجد میں پڑھنے آتے اور کبھی خطبہ بھی دیتے۔ اختتام قرآن پر پرسوز دعائیں کراتے، سالانہ انجمن کے پروگراموں میں پابندی سے شرکت فرماتے اور اپنے قیمتی نصائح سے طلبہ کو مستفید فرماتے بالخصوص سلفی مسلک کی ترویج واشاعت کی نصیحت فارغین جامعہ کو کرتے۔

**"الدار العلمیہ"**

یہ ان کا ذاتی علمی وتحقیقی ونشریاتی ادارہ تھا جس کے پلیٹ فارم سے مختلف زبانوں میں سو سے زائد علمی وتحقیقی کتابیں شائع کر کے داد تحسین حاصل کی۔ لیکن آخری عمر میں ان کی زندگی ہی میں تعطل کا شکار ہوگیا، ان کے بڑے بیٹے محمد خلجی اس کی دیکھ ریکھ کرتے تھے۔

☆ لیل ونہار یہ کوئی تنظیم نہیں بلکہ اس نام سے مولانا سالانہ ڈائری ۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک بڑے اہتمام سے شائع کرتے رہے جس میں جماعت کے علماء دینی مدارس وجامعات دینی علمی شخصیات تجارتی مکتبات بیرونی ممتاز سلفی شخصیتوں کے ایڈرس وفون نمبر شائع کرتے جس سے لوگوں کو بڑی آسانیاں ہوتیں جسے اہل علم نے بہت سراہا۔ ہندوستان میں صوبوں کے اعتبار سے بانٹ رکھا تھا مختلف سفارت خانوں او رکرنسیوں کے بارے میں معلومات رہتیں۔ معلوماتی مضامین بھی شامل ہوتے جو مختلف حلقوں میں بے حد مفید ومقبول ہوا مگر اس پر آنے والا صرفہ بھی واپس نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً بند کرنا پڑا۔

☆ معہد ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مالیر کوٹلہ:

اس کے مولانا خلجی بانی وصدر رہے یہاں مسجد بنوائی جسے میں نے خود دیکھا ہے۔ درمیان میں کچھ وقفہ بند رہا اب ان کے بڑے صاحبزادے محمد خلجی اور عبید خلجی نے دوبارہ اس کی تجدید کی ہے۔

☆ جامعہ سلفیہ کے عہد نظامت سے لے کر مجلس انتظامیہ کے طویل عرصہ تک رکن رہے اور بڑی سرگرمی سے اس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کرتے رہے۔

☆ عالمی کونسل لندن کے بھی لمبے عرصے تک رکن رہے۔ اوراس کے پروگراموں میں شرکت کے لئے لندن کا سفر کرتے۔

☆ ایشیاء اسلامک کونسل سری لنکا کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ یہ ایک وسیع پلیٹ فارم ہے عہد نظامت سے لے کر مدت العمر تک اس کے فعال تاسیسی ممبر رہے اور ملک بھر میں اس کے جلسوں میں نہ صرف پابندی سے شرکت کرتے بلکہ ملی وملکی حساس مسائل میں متوازن رائے پیش کرتے اور میڈیا میں بھی ان کا بیان شائع ہوتا۔ صدر بورڈ مولانا سید محمد رابع ندوی نہ صرف ان کی رائے کی قدر کرتے بلکہ ان کو عزیز رکھتے۔

☆ کل ہند مسلم مجلس مشاورت کے بھی فعال رکن رہے۔

☆ آل انڈیا ملی کونسل کے معاون سکریٹری کی حیثیت اسے آخری عمر تک فعال کردار ادا کرتے رہے۔ موجودہ صدر مولانا عبداللہ مغیثی صاحب مولانا کو بہت عزیز رکھتے تھے اوران کی رائے بڑی قدر کرتے۔ گاہے بگاہے ان کے مدرسہ اجرارہ میں بھی اس کی تقریبات میں شرکت کرنے جاتے۔

جماعت کے قدآور عالم دین وسابق ناظم عمومی مرکزی جمعیت وبانی وصدر مرکز ابوالکلام آزاد علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ خلجی صاحب کا دور نظامت بہتر رہا ہے۔ اسی کی تائید مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی نے بھی کی جوان کے ساتھ بحیثیت نائب ناظم کام کر چکے ہیں۔

☆ جمعیت اہل حدیث ہند کی تشکیل سے قبل اصلاحی کورکمیٹی کے مولانا خلجی ممبر رہے لیکن انتشار جماعت پر گہرے رنج وغم کا مسلسل اظہار کرتے رہتے بلکہ اکثر کہتے کیا ہم لوگ ایسے برے ہوگئے ہیں کہ ایک ساتھ بیٹھ نہیں سکتے ہیں شیخ صلاح الدین مقبول مولانا خلجی کی بڑی قدر کرتے اور کہتے کہ خلجی صاحب بڑے کام کے آدمی ہیں لیکن خرابی صحت نے معذور کررکھا ہے مگر مولانا نے کبھی اپنے کو معذور نہیں سمجھا۔

☆ ویلفیئر پارٹی آف انڈیا: چند سال قبل ایک سیاسی پارٹی ابوالفضل میں قائم کی گئی تھی ڈاکٹر قاسم رسول الیاس اس کے آل انڈیا صدر اور مولانا خلجی اس کے آل انڈیا نائب صدر مقرر ہوئے مدت العمر اس سے وابستہ رہے۔ پارٹی انھیں بنگال سے ۲۰۱۴ء میں ایم پی کا امیدوار بنانا چاہتی تھی کیونکہ یہ اہل حدیث اکثریتی علاقہ ہے مگر کمزوری صحت کے باعث مولانا نے الیکشن لڑنے سے انکار کردیا۔

### مسلکی حمیت:

مولانا خلجی کو جس قدر وسیع پلیٹ فارم ملا، سب سے سلفیت کی تبلیغ کرتے، اور ملت کے حق میں آواز بلند کرتے رہے۔ الغرض مولانا خلجی صاحب زندگی بھر مسلک وملت

کے لئے سینہ سپر رہے، مسلک کتاب وسنت کے خلاف کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا، اس کے لئے چاہے جو بھی قربانی دینی پڑے بغیر کسی کا انتظار کیے میدان میں کود پڑتے، ان کے عہد نظامت میں ایک بار ایک سنگھی نے دہلی میں قرآن سوزی کی سنگین غلطی کی تو کسی اور جماعت کا انتظار کئے بغیر اس کے خلاف FIR درج کرا کے ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا اور نظامت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی عمر بھر تنہا اس کی پیروی کرتے رہے۔ ایسے غیور اور ملت کے پشتیبان اب کہاں ہیں۔ اللہ اپنے دین کے ایسے مخلص خادم کو اجر عظیم سے نواز کران کی مغفرت فرمائے۔ آمین

۱۳/اپریل ۲۰۱۸ء بروز جمعہ وقت موعود آپہنچا اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ اور ۱۴/کوشیدی پورہ کے قبرستان میں علماء کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ مہمان نوازی اور خوردوں کی تشجیع علم دوستی وبہی خواہی ان کا شیوہ رہا، مضافات میں کہیں جانا ہوتا تو راقم کو اپنے ساتھ رکھتے۔ عربی میں مولانا ثناء اللہ امرتسری پر عرصہ بعد جب میری کتاب بنارس سے شائع ہوئی تو نہ صرف مبارکباد دی بلکہ کہا کہ آپ کی کتاب کا اجراء خادم الحرمین شریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ہاتھوں سے ہوا۔ جسے شیخ عبداللہ سعود صاحب حفظہ اللہ نے شاہی مہمان کی حیثیت سے انہیں پیش کیا تھا۔ غرض بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس کا مستحق بنائے۔ آمین

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

☆☆☆

## بچوں کی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کیا جائے

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے اولین صدر حضرت شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

والد پر جس طرح اس کے بچوں کے نان ونفقہ (خوراک، پوشاک، علاج، رہائش یعنی سکنی) کا انتظام ضروری ہے، اسی طرح اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام بھی ضروری ہے۔

پس جیسے ہر والد اپنی کمائی سے ان کے نان ونفقہ کا نظم کرتا ہے ویسے ہی اسے اپنی کمائی سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی ضرورت بھر رقم بھی الگ کرنے کا التزام کرنا چاہئے۔

اگر ہر بچہ والا شخص اس کا التزام کرلے اور مدرسہ یا مکتب کے فنڈ میں ماہانہ یا سالانہ یا ہفتہ وار کچھ نہ کچھ رقم جمع کر دیا کرے اور اس کے ساتھ ہفتہ وار چٹکی وصولی کا بھی انتظام مدرسہ کی طرف سے ہو جائے تو گاؤں کے بچوں کی تعلیم کا معقول انتظام ہو جائے گا۔ ایک یا دو مدرس کی تنخواہ اسی سے با آسانی پوری ہو جائے گی۔

(فتاوی شیخ الحدیث رحمانی ۲/۱۱۰)

# نشہ آور اشیاء کی حرمت کیوں؟

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمن

مولانا عبدالاحد مدنی کی ولادت بنارس کے ایک علمی اور دینی خانوادہ میں ہوئی۔ والد گرامی مولانا احسن جمیل بن عبدالبصیر مدنی حفظہ اللہ ایک جید عالم دین ہیں اور فی الحال ضلعی جمعیت اہل حدیث بنارس کے امیر ہیں۔ محترم عبدالاحد صاحب مدنی جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعہ سے ۱۴۳۳ھ = ۲۰۱۲ء میں ''بی اے'' پھر اسی کلیہ کے قسم اصول الفقہ سے ایم اے پاس کیا۔ مقالہ کا عنوان ''القواعد الاصولیۃ المؤثرۃ فی استنباط الاحکام من خلال کتاب المنتقی من بدایۃ ابواب اللباس الی نہایۃ ابواب الاذان من کتاب الصلاۃ'' ہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ومحقق اور مترجم ہیں۔ سال ولادت ۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۶ء ہے۔ بارک اللہ لی ولہ فی العلم والعمل الصالح ——— مدیر

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العالمین نے جس چیز کو بھی ہمارے لئے حلال کیا تو اس میں ہمارے لئے فائدہ ہے چاہے اس فائدہ کا ہم ادراک کرسکیں یا نہ کرسکیں، اسی طرح اللہ تعالی نے کسی بھی چیز کو اس میں موجود ضرر اور نقصان کے باعث ہی حرام قرار دیا ہے، اب اس کی حرمت کے مقاصد اور اضرار کا ہمارے ناقص ذہن ودماغ ادراک کرسکیں یا نہ کرسکیں۔

آج ہمیں جس چیز سے سب سے زیادہ سامنا ہے اور جن کے استعمال پر انسان خصوصا مسلمان مصر ہیں اور بعض علماء کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے لوگ بکثرت ان کا استعمال کررہے ہیں وہ نشہ آور اشیاء ہیں، اور اگر کوئی ان سے منع کرتا ہے تو لوگ فورا بول پڑتے ہیں کہ یہ تو مکروہ ہیں اور اس کے استعمال سے نشہ نہیں آتا، لیکن کیا ہمیں یہ بات بھی معلوم ہے کہ آج دنیا میں بہت ساری قسم کی شراب پائی جاتی ہیں، جن میں سے بہت ساری شراب ایسی ہیں جن کے استعمال سے نشہ نہیں آتا، یا جن کو اگر ایک حد میں استعمال کیا جائے تو ان سے نشہ نہیں آتا، تو کیا وہ بھی حلال ہیں، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہم نے اپنے نفس کی پیروی میں اللہ رب العالمین کے فرامین کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے اور ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں کہ ہم جو کام کررہے ہیں، جو بات کہہ رہے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے رب العالمین کی الوہیت اور اس کی ربوبیت میں اپنے نفس کو شریک بنادیا، کہیں ہم نے اپنے رب کے فرمان کا انکار تو نہیں کردیا، کہیں ہماری اس بات کی وجہ سے ہمارے ایمان کی بنیاد تو ڈگمگا نہیں رہی ہے؟ بلاشک معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔

اللہ رب العالمین نے انسانی جان کی حفاظت کے

لئے ایسی تمام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جس سے انسان کو ادنی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، اور شریعت نے نفس انسانی کی حفاظت دو طرح سے کی ہے، ایک ان چیزوں کو منع کیا جو انسانی جان کو کسی طرح کا ادنی سا بھی نقصان پہنچائے ، دوسرے ان تمام چیزوں کو شریعت مطہرہ نے حلال قرار دیا جس میں انسانوں کے لئے فائدہ ہو اور اس کی وجہ سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے، اور یہ بات واضح رہے کہ یہاں نفس سے میری مراد انسانی صحت اور عقل دونوں ہے۔

اکثر ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ اللہ تعالی نے نشہ آور چیزوں سے کیوں منع کیا؟ اور ہم اس سوال کا اکثر کوئی جواب نہیں حاصل کر پاتے ہیں، لیکن اللہ رب العالمین نے اس کی وجہ ہمارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور قرآن کریم چیخ چیخ کر ہم سے کہہ رہا ہے کہ ان تمام چیزوں میں ہمارے لئے نقصان دینی اور بدنی دونوں ہے، اور بدنی میں صحی وعقلی دونوں داخل ہے ، اور سنت نبوی نے بھی ہمارے سامنے ان کی خطورتوں کو بہت وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے، اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جب لوگ ان چیزوں کو استعمال کریں گے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس میں ان کے لئے نقصان ہے، اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو شراب کے ناموں کو بدل کر اس کو استعمال کریں گے تا کہ ان پر کوئی اعتراض نا ہو، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : **ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها**"(۱) کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو شراب کو اس کے ناموں کو بدل کر پئیں گے۔ اور ساتھ یہ بھی دعوی ہوگا کہ اس میں نشہ نہیں ہے یا ہم اس قدر نہیں استعمال کرتے جس سے نشہ آجائے، یہ سارے لوگ نفس پرست ہیں، اپنی خواہش کو پوری کرنے کے لئے ہر راستہ کو انہوں نے حلال کر لیا ہے، انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ [ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ] (۲) کیا تم بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ تم سے جو بھی ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت میں سخت عذاب ، اللہ رب العالمین تمھارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

آیئے چلیں قرآن اور سنت نبوی ﷺ کی سیر کرتے چلیں اور جانتے چلیں کہ کیوں اللہ تعالی نے ان ساری چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: [ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن

(۱) دیکھیں: "سنن نسائی" کتاب الأشربة، حدیث: ۸۵۶۵، اور "سنن ابوداود": کتاب الأشربة، حدیث: ۸۸۶۳، اور "سنن ابن ماجہ": کتاب الفتن، حدیث: ۰۲۰۴، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) البقرة:۵۸۔

نَّفْعِهِمَا ] الآیۃ(۱) کہ لوگ آپ (ﷺ) سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لئے تھوڑا فائدہ بھی ہے، اوراس کا نقصان اور گناہ یہ فائدہ سے زیادہ ہے۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دے رہی ہے کہ ہر وہ چیز جس میں ظاہری کچھ فائدہ ہو لیکن اس کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہو تو اس فائدہ کو بھی چھوڑ دیا جائے گا، اسی آیت سے علماء أصول فقہ نے قاعدہ **درء المفاسد أولی من جلب المصالح** اخذ کیا یعنی کوئی چیز ہمارے سامنے ہو اور اس میں نفع ونقصان دونوں ہو اور نقصان کا پہلو غالب ہو تو نفع کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے شراب کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا: [ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ] (۲) کہ ایمان والو! بیشک شراب، جوا، تھان اور فال نکالنے کی تیر، گندی باتیں اور شیطانی کام ہے تو ان سے بچو، قریب ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے شراب، جوا اور ٹونے، ٹوٹکے کو شیطانی عمل اور گندی بات قرار دیتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ جو ان سے بچے گا وہی کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

اس آیت کا مفہوم مخالف یہ نکلا کہ جو ان کاموں کو کرے گا چاہے وہ شراب نوشی کرے، یا جوابازی کرے، یا ٹونے ٹوٹکوں پر یقین کرے تو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ شیطان کے انسانوں کو گمراہ کرنے کے آلات ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے شراب کو شیطانی حربہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: [ إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللّهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۔ وَأَطِيْعُواْ اللّهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَاحْذَرُواْ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلاَغُ الْمُبِيْنُ ] (۳)، شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے بیچ میں عداوت ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے دور کردے، سو اب بھی وقت ہے باز آجاؤ اور ان سارے اعمال قبیحہ کو چھوڑ دو، اور تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو، اور ہوشیار ومحتاط رہو، اگر تم اللہ کی شریعت سے اعراض کروگے تو یہ جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العالمین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیطان انسانوں کے بیچ عداوت ڈالنے میں جس چیز کا استعمال کرتا ہے ان سب کا منبع اور ماوی دو ہی چیز ہے ایک نشہ آور چیزیں بلاتفریق، اور شراب کا ذکر علی سبیل التغلیب کیا گیا ہے، اور دوسری چیز ہے مال ومنال، اور یہاں جوا کا ذکر یہ بتلانے کے لیا گیا ہے کہ جوا میں انسان اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے مال ومنال، گھر بار، عزت سب کچھ، حتی کہ بسا اوقات انسان اپنی بیوی بچوں کو

(۱) البقرۃ:۹۱۲۔ (۲) المائدۃ:۰۹۔ (۳) المائدۃ:۱۹۔۲۹۔

بھی داو پر لگا دیتا ہے، اور پھر یہ ساری چیزیں آپسی دشمنی کا روپ لے لیتی ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے آگے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کریں اور شیطانی چالوں سے آگاہ رہیں۔

اللہ رب العالمین نے ان دونوں آیتوں میں اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ جس چیز کو تم نفع بخش سمجھتے ہو اور تمہیں فائدہ مند لگتی ہیں وہ دراصل شیطان کا حربہ ہے، اسی کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''الموافقات'' (۱) میں ذکر کیا ہے۔

اتنے واضح اور کھلے دلائل کے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن میں شراب کی حرمت وارد نہیں ہوئی ہے، اگر ہم ان کی اس بات کو تسلیم کر لیں جو سرے سے باطل ہے تو بھی یہ بات لازم نہیں آتی کہ قرآن میں شراب کی حرمت وارد نہیں ہوئی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے واضح انداز میں ہمیں یہ بتلا دیا ہے: **کل مسکر خمر، وکل خمر حرام"** (۲) کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر طرح کی شراب حرام ہے، اور اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت واجب قرار دی ہے اور نبی ﷺ کے فیصلہ کا شرعی امور میں وہی درجہ ہے جو اللہ رب العالمین کے فیصلہ کا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ہر فیصلہ اللہ کے حکم سے ہی ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا:

[ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ] (۳) کہ رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاو، اب اس کے بعد جس نے یہ بات کہی کہ قرآن میں شراب کی حرمت نہیں وارد ہوئی ہے تو وہ کافر ٹھہرا۔

قرآن کے بعد اب سنت رسول ﷺ پر بھی نظر ڈالتے چلیں کہ آپ ﷺ نے اس بارے میں ہمیں کیا تعلیمات دی ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **کل مسکر خمر، وکل خمر حرام"** (۴) یعنی ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام، ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها لم يتب، لم يشربها في الآخرة"** (۵)، کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پیا اور توبہ کرنے سے پہلے اس کی موت ہوگئی اس حال میں کہ وہ شراب پیتا رہا، وہ آخرت میں جنت کے شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ما أسكر كثيره فقليله حرام"** (۶)، جس چیز کا زیادہ استعمال نشہ میں ڈال دے تو اس کا

---

(۱) الموافقات: (۳۲۱/۲)۔ (۲) دیکھیں: ''صحیح مسلم''، کتاب الاشربۃ، حدیث: ۳۰۰۲۔
(۳) الحشر: ۷۔ (۴) اس کی تخریج گذر چکی۔ (۵) دیکھیں: ''صحیح مسلم'': کتاب الأشربة، حدیث: ۳۰۰۲۔
(۶) دیکھیں: ''سنن ابوداود'': کتاب الأشربة، حدیث: ۱۸۶۳، اور ''سنن ترمذی'': أبواب الأشربة، حدیث: ۵۶۸۱، اور ''سنن ابن ماجہ'': کتاب الأشربة، حدیث: ۲۹۳۳، اور ''مسند أحمد'': (۱۹/۲، ۶۱، ۱۷۷، ۹۷)، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تھوڑا استعمال بھی حرام ہے۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں کہ: **نهى النبي ﷺ عن كل مسكر ومفتر**"(۱) نبی ﷺ نے ہر مسکر اور مفتر چیزوں سے منع کر دیا ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے شراب سے جڑے ہر آدمی کو ملعون قرار دیتے ہوئے فرمایا: **إن الله لعن الخمر وعاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وبائعها ومبتاعها وساقيها ومسقيها**"(۲)، یعنی اللہ تعالی نے شراب کو شراب بنانے والے شراب بنوانے والے شراب پینے والے، اس کو اٹھانے والے اس کو اٹھوانے والے اس کو بیچنے والے اس کو خریدنے والے اس کے تقسیم کرنے والے اور جن کے لئے تقسیم کیا جائے سب کو ملعون قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس کی خطرناکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **الخمر أم الفواحش وأكبر الكبائر، من شربها وقع على أمه وخالته وعمته**"(۳) یعنی شراب یہ تمام برائیوں کی ماں اور سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے، جو اس کو پیئے گا وہ اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی سے بھی زنا کر لے گا۔

قرآن واحادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے ہر قسم کے نشہ آور اور مفتر اشیاء کے استعمال کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، اب سوال یہ کہ اللہ تعالی نے ان سے منع کیوں قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز جو شریعت میں ممنوع قرار دی گئی اس کی تین بنیادی وجہیں ہوتی ہیں، ایک: انسان کے دین میں نقصان ہو (یعنی اس کی وجہ سے انسان معصیت میں پڑے) دوسری یہ کہ: انسان کی صحت اس سے متأثر ہو (صحت میں انسانی جان، بیماری اور عقل میں فتور سب داخل ہے، اور بسا اوقات بیماری اور عقل کا فتور انسان کو ہلاکت تک بھی پہنچا دیتی ہے) تیسری چیز جس کی وجہ سے کسی چیز کو ممنوع یا حرام قرار دیا جاتا ہے: وہ انسانی عزت وآبرو اور مال ودولت کا تحفظ ہے۔

ہم مختصرا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی چیز جس سے ضروریات خمسہ میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچ سکتا ہے وہ سب شریعت نے ممنوع اور حرام قرار دی ہے۔

اور ان نشہ آور اشیاء کی وجہ سے بسا اوقات انسان دین سے تو ہاتھ دھو ہی بیٹھتا ہے ساتھ میں دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، وہ اس طرح کہ ان تمام چیزوں کا استعمال انسان کو رب العالمین کے فرامین سے اعراض کرنے کا موجب تو بنا ہی دیتی ہیں اور اس میں انسان اپنے بے انتہا مالوں کو ضائع کرتا

---

(۱) دیکھیں: ''سنن ابوداود'': کتاب الأشربة، حدیث: ۳۶۸۶، اور ''مسند احمد'': (۶/ ۳۰۹)، یہ حدیث صحیح ہے سوائے (ومفتر) کے لفظ کے جس کو بعض محدثین اور علماء جرح وتعدیل نے ضعیف قرار دیا ہے اور کچھ نے حسن، بہر حال اس حدیث کی سند کو اگر ہم ضعیف بھی مان لیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس کا معنی بالکل صحیح ہے۔

(۲) دیکھیں: ''سنن ابوداود'': کتاب الأشربة، حدیث: ۳۶۷۴، اور ''مسند أحمد'' (۱/ ۳۱۶، ۲/ ۹۷)، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۳) دیکھیں: ''معجم کبیر'' از: طبرانی: (۱۱/ ۱۶۴)، حدیث: ۱۱۳۷۲، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ہے حتی کہ اپنے گھر کی عزت تک کو نیلام کر ڈالتا ہے۔

اب آیئے ذرا سگریٹ نوشی، تمبا کو خوری اور اس جیسے امور پر گور کریں جن کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مکروہ ہیں، یہ بات اگر ہم مان بھی لیں کہ چلو ان سے نشہ نہیں آتا جو کہ بالکل جاہلانہ کلام ہے، پھر بھی ان کی حرمت سے کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا کیوں کہ ان ساری چیزوں کا استعمال انسان کو مریض، لاگر اور کمزور بنا دیتا ہے، اور جو شخص ان چیزوں کے استعمال کا عادی بن جاتا ہے وہ ان کے بغیر نہیں رہ سکتا، بلکہ وہ ان کے بغیر مریض اور مردہ کی طرح ہوتا ہے، یہ ایک بات ہوئی، دوسری بات یہ کہ ان ساری چیزوں کا استعمال خطرناک اور مہلک بیماری کینسر کا سبب ہے، اور تیسری بات یہ کہ اگر ہم ان چیزوں کو مسکر نہیں مانتے تو بھی ان کے حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں کیونکہ باتفاق اطباء یہ ساری نجس اور خبیث چیزیں ہیں اور اللہ رب العالمین نے قرآن میں ساری خبیث اور نجس چیزوں کو حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: [ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ ] (۱)، یعنی میں نے ان کے لئے تمام پاک اور اچھی چیزیں حلال قرار دی ہیں اور تمام ناپاک اور گندی چیزیں حرام قرار دی ہیں، اور چوتھی اور آخری بات یہ کہ یہ ساری چیزیں مال کے بیکار میں ضائع ہونے کا باعث ہیں جو اللہ رب العالمین نے انسانوں خصوصا مسلمانوں کے لئے ناپسندیدہ چیز قرار دی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: إن الله كره لكم ثلاثا: قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال" (۲)، یعنی اللہ تعالی نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں، بہت زیادہ قیل وقال، اور بے جا سوال، اور مال کا ضائع کرنا۔

انہی تمام وجوہات کو سابقہ مفتی مملکت سعودیہ عربیہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ نے بھی ان ساری چیزوں کی حرمت کا سبب بتلایا ہے (۳)۔

اسی لئے جہاں اللہ تعالی نے ایک طرف انسان کو صراط مستقیم پر رہنے کا حکم دے کر مفسدات معنویہ (یعنی شرک وبدعات اور دین سے انحراف) کی طرف جانے سے منع کیا تو وہیں دوسری طرف اللہ رب العالمین نے ان ساری چیزوں کے استعمال سے روک کر مفسدات حسیہ سے بھی انسان کا تحفظ کیا (۴)۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حشیش کو مطلقا حرام قرار دیا ہے، اور انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے اندر نشہ ہوتا ہے (۵)۔ اور اسی کی تائید امام ابن عطار رحمہ اللہ نے بھی کی ہے، اور وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہم عصر بھی تھے، ان کی وفات ۷۲۴ ہجری میں ہوئی ہے (۶)۔

(۱) الأعراف: ۱۵۷۔

(۲) دیکھیں: ''صحیح بخاری'': کتاب الاستقراض، حدیث: ۲۴۰۸، اور ''صحیح مسلم'': کتاب الأقضیة، حدیث: ۵۹۳۔

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: ''فتاوی ورسائل سماحة الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ''، ترتیب: محمد بن عبدالرحمن بن قاسم: (۱۲/ ۷۹)۔

(۴) دیکھیں: ''مقاصد الشریعة الاسلامیة'' أز استاذ محترم ڈاکٹر محمد سعد الیوبی، (ص: ۲۲۹)۔

(۵) دیکھیں: ''مجموع فتاوی'' (۳۴/ ۲۰۵)۔

(۶) دیکھیں: ''الاعتقاد الخالص'' : (ص: ۳۱۶ - ۳۱۸)، از ابن عطار، ڈاکٹر سعد زویہری کی تحقیق کے ساتھ۔

امام صنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ان میں نشہ نہیں ہوتا تو یہ چیزیں مفتر تو ضرور ہیں، اور نبی کریم ﷺ نے ہر مسکر و مفتر کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ فرمان ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

**نهى النبي ﷺ عن كل مسكر و مفتر**"(۱) نبی ﷺ نے ہر مسکر اور مفتر چیزوں سے منع کر دیا ہے،(۲)۔

جب ہم نے جان لیا کہ یہ ساری چیزیں حرام ہیں اور یہ بھی جان لیا کہ ان کی حرمت کی وجہ کیا ہے تو اب ہمارے اوپر واجب ہے کہ ایک ساتھ جڑ کر اٹھ کھڑے ہوں اور خود بھی بیدار ہو جایں اور دوسروں کو بھی بیدار کریں اور ساتھ یہ عزم کرلیں کہ اپنے معاشرہ (سوسائٹی) کو اس عیب سے منزہ اور پاک کریں گے، ان شاء اللہ، اللہ تعالی رحیم و کریم ہے اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرنے کے لئے وہ ہر وقت ہمیں پکارتا ہے کہ ہم اس کی طرف ہاتھ اٹھائیں، تو چلو اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری اصلاح فرمادے ہمیں قرآن وسنت کا متبع بنادے، اپنا محبوب بنالے جب تک اس دار فانی میں زندہ رکھ اسلام پر زندہ رکھ اور جب ہمارا خاتمہ ہو تو ہمارا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ۔ آمین

**وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.**

●●●

## نیند کے آداب

نیند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات اور احسانات میں شمار کیا ہے۔ دن کاروبار کے لیے ہے اور رات کو سونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ شریعت نے ساری رات جاگ کر عبادت میں بسر کرنا اور دن کو پڑے سوتے رہنے کو ناپسند کیا ہے۔

۱۔ نماز عشاء سے پہلے نہیں سونا چاہئے اور نہ ہی عشاء کی نماز کے بعد فضول اور لایعنی گفتگو کرنا چاہئے تا کہ صبح سویرے نماز فجر کے لیے آنکھ کھل جائے۔

۲۔ سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لینا چاہئے۔

۳۔ داہنی کروٹ لیٹنا چاہئے۔

۴۔ پیٹ کے بل نہ سونا چاہئے۔

۵۔ سوتے وقت دروازہ بند کرلینا چاہئے۔

۶۔ پاکی کی حالت میں سونا چاہئے۔

۷۔ ایک پاؤں کو اٹھا کر دوسرے پاؤں پر رکھ کر نہیں سونا چاہئے کیوں کہ لنگی پہننے کی صورت میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہے۔

۸۔ سوتے وقت چراغ، بلب، ٹیوب لائٹ بند کر دینا چاہئے۔

۹۔ سوتے وقت اللھم بسم اموت واحیا پڑھ کر سونا چاہئے۔

۱۰۔ سوتے وقت دیگر اوراد واذکار بھی پڑھنا مسنون ہے۔

●●●

(۱) اس حدیث کی تخریج گذر چکی۔ (۲) دیکھیں: ''سبل السلام'': (۴/۴۸)۔

# صحت احادیث کا اہتمام: اہمیت وضرورت

طارق اسعد/جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

عزیزم طارق اسعد سلمہ جامعہ سلفیہ کے موقر استاد مولانا اسعد اعظمی حفظہ اللہ کے بڑے فرزند ہیں۔ ۹ دسمبر ۱۹۹۳ء کو ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ عالیہ عربیہ مئو ناتھ بھنجن سے حاصل کرنے کے بعد جامعہ سلفیہ سے حفظ سے لے کر فضیلت تک کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے مولانا آزاد اردو یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ بی اے اور عربی انگریزی ترجمہ میں ڈپلومہ پاس کیا۔ حسن تقدیر سے عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ مل گیا جہاں کلیۃ اللغۃ العربیہ میں ماہر اور مستند اساتذہ سے کسب علم میں مصروف ہیں اور لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ بارک اللہ لی ولہ ——— مدیر

من جملہ اسلامی علوم میں فن مصطلح الحدیث نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ احادیث کے صحت وضعف کا علم، راویان حدیث کے تراجم، متواتر و آحاد کی معرفت، علل وشذوذ کی جانکاری وغیرہ وغیرہ مختلف ومتنوع معارف پر یہ فن مشتمل ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محدثین کرام اور ناقدین حدیث نے احادیث کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کا جس باریک بینی اور ژرف نگاہی سے جائزہ لیا ہے اور اس بحر محیط کی جس طرح شناوری کی ہے وہ اپنے آپ میں ایک مستقل تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہیں کی مخلصانہ جہود ومساعی کا یہ ثمرہ ہے کہ آج حدیثوں کے صحت وضعف کا علم بآسانی ہو جاتا ہے اور ان پر حکم لگانا نہایت ہی سہل ہو چکا ہے۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ:

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
رجال اور اسانید کے ہیں جو دفتر
گواہ ان کی آزادی کے ہیں یکسر

چوں کہ ان تمام تر جدوجہد اور کاوشوں کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے اقوال، افعال اور تقریرات سے ہے اور آپ کا ہر قول وعمل تشریعی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہر اس واقعہ کی نسبت جناب محمد ﷺ کی طرف درست اور متحقق ہو جو بیان کیا جارہا ہے۔ آپ کی طرف منسوب احادیث کی اسنادی حیثیت اجاگر کیا جائے۔ صحیحین کے علاوہ کی روایتیں حکم کے ساتھ ذکر کی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام متن سے پہلے اسناد پر توجہ دیا کرتے تھے کہ آیا یہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کے راویوں میں کسی پر ضعف کا کوئی وصف تو نہیں طاری ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہا کہ:''**الإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء**''(شرف اصحاب الحدیث از خطیب بغدادی، ص:۱۴)

علم الاسناد دین کا حصہ ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو ہر کوئی جو چاہتا سو کہتا۔

امام بقیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید سے چند حدیثوں کا مذاکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: کتنا اچھا ہوتا کہ اگر ان کے پر(یعنی سندیں) ہوتیں۔(**فتح المغيث بشرح ألفية الحديث** از ابوالخیر محمد سخاوی ۳/۳۳۱)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''محدثین نے خود پر راویوں کے عیوب ظاہر کرنے کو لازم کر رکھا ہے، اس لیے کہ یہ بہت اہم معاملہ ہے، کیوں کہ دین کے بارے میں جو خبریں(حدیثیں) ہیں، وہ حلال، حرام، امر، نہی اور ترغیب و ترہیب کو بیان کرتی ہیں۔ ایسا راوی جو صدق وامانت کا خوگر نہیں اس کا عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرنے والا شخص مسلمان عوام کو دھوکہ دیتا ہے۔(صحیح مسلم، ج:۱، ص:۲۰)

چوں کہ فن حدیث واصول حدیث کا اصل مقصد یہ تھا کہ جہاں ایک طرف مسلمان دین کے اس اہم سرچشمے سے واقف ہوں، اپنے نبی ﷺ کے اقوال وافعال سے آگاہی حاصل کرسکیں اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کی اتباع کریں۔ وہیں دوسری جانب یہ امر بھی پیش نظر رہا کہ آپ کے فرمودات وافعال کو کذب و دروغ گوئی سے پاک رکھا جائے۔ آپ کی حدیثوں کو وضاعین اور کذابین کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ کیا جائے اور سنت وحدیث کے مجموعے کو صحیح صحیح عوام الناس تک پہنچایا جائے۔ اسی امر کے پیش نظر اصول حدیث کا وہ عظیم الشان فن ایجاد ہوا تاریخ میں جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حافظ محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''......اس سے بڑھ کر واقعہ یہ ہے کہ انسانوں کے بارے میں جو معلومات آج علم انساب کی کتب میں جو ہمارے پاس درجنوں کی تعداد میں موجود ہیں ان کا اگر تجزیاتی مطالعہ کیا جائے اور تحقیقی جائزہ لیا جائے تو بیشمار نئے نئے اور حیران کن انکشافات سامنے آئیں گے۔ ان انساب کی کتابوں کو اگر آج کمپیوٹرائز کیا جائے اور ان ساری معلومات کو جمع کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس ساری کاوش کا مقصد صرف اس ایک انسان کے بارے میں معلومات جمع کرنا تھا اور وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی تھی۔'' (مقدمہ ضعیف اور موضوع روایات از مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، ص:۳۳)

جان ڈیون پورٹ نے اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں لکھا ہے:

''اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمد کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔'' (خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی، ص:۷۰)

## تراث کی حفاظت: امت مسلمہ بمقابلہ دیگر اقوام

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر قوموں کے پاس بھی ان کے مذہبی صحائف، ان کے انبیاء، مزعومہ معبودان، انبیاء کے متبعین وغیرہ کے بارے میں مفصل یا مجمل مواد موجود

ہے اور ان کی تاریخ بھی انہوں نے قلم بند کی ہیں مگر - اولا- نہ تو اس قدر تفصیل کے ساتھ انہوں نے واقعات اکٹھا کیے کہ ان کے پیشواؤں کے شب و روز کا ایک ایک گوشہ سامنے آتا اور ان کی پوری زندگی کی صاف وشفاف تصویر نظر آتی اور نہ ہی صداقت و دیانت کے وہ ٹھوس اور غیر متزلزل پیمانے مقرر کیے گئے جن پر ہر راوی کو پرکھا جائے اور ایک ایک ناقل کی امانت وصداقت کو ماپا جائے۔ انہیں اپنے پیشواؤں کے متعلق جو بھی معلومات فراہم ہوئیں بلا کسی جانچ پرکھ کے رقم کر دیا اور اپنی مذہبی کتابوں میں محفوظ کرلیا۔ چنانچہ ان کی کتابیں -اولا - تو دیومالائی اور نا قابل یقین واقعات سے بھری پڑی ہیں اور- ثانیا -ان کے مواد میں اس قدر تضاد اور اختلافات ہیں کہ صدیاں گزرنے کے بعد آج تک ان میں تطبیق وجمع کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوسکی۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

”اس قسم کی زبانی روایتوں کے قلم بند کرنے کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آیا ہے یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کیے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں جن کے راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان کی افواہوں میں سے وہ واقعات انتخاب کر لیے جاتے ہیں جو قرائن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے فن سیرت کا جو معیار قائم کیا ہے، اس سے بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام درمیانی راویوں کے نام بہ ترتیب بیان کیے جائیں، اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے، ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل تھا، لیکن سیکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے۔ راویوں سے ملے۔ ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کیے۔ انہیں تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم پانچ لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ (خطبات مدراس از سید سلیمان ندوی ص: ۶۴)

## علم اسماء الرجال

ذخیرہ حدیث کی حفاظت کے لیے وضع کردہ اصول حدیث کا عظیم الشان علم اپنے ساتھ دیگر بہت ساری برکتیں بھی لایا۔ اس فن کے طفیل نہ صرف احادیث کی نقد و پرکھ کے پیمانے متعین ہوئے بلکہ اس کے نتیجے میں لاکھوں افراد کے احوال وکوائف اور ان کی صداقت ودیانت داری کے رجسٹر بھی تیار ہوئے۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ایک ایک فرد کے حالات زندگی کی اتنی گہرائی و گیرائی سے کھوج کی گئی ہو اور ان کے اس قدر مفصل حالات قلم بند کیے گئے ہوں۔ ایک مستشرق وان کریمر کہتا ہے کہ کوئی قوم دنیا

میں ایسی نہیں گزری جو آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہو۔ (خطبات مدراس ص: ۵۳)

امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

''تخلیق آدم سے لے کر اب تک کوئی قوم ایسی امانت دار نہیں گذری جو اپنے نبی کے آثار کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اس امت (محمدیہ) نے کی۔''(**علم الرجال: نشأته وتطوره من القرن الأول إلى نهاية القرن التاسع**، از ڈاکٹر محمد بن مطر الزہرانی، ص:۹۱)

امام خطیب بغدادی محمد بن حاتم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالی نے اس امت کو تین چیزوں کے سبب خصوصیت بخشی ہے، جو اس امت سے پہلے کسی اور کو نہیں دی گئی تھی، علم الاسناد، انساب اور اعراب'' (**شرف أصحاب الحديث** ص ۴۰)

## وضع حدیث کا فتنہ

صحابہ کرام کے دور خیر القرون میں احادیث نبوی دسیسہ کاری اور فتنہ سازی سے محفوظ رہیں، کیوں کہ صحابہ کرام نے اپنی نا قابل تردید صداقت و دیانت کی بنا پر نبی کریم ﷺ کے پیغامات کو بلاکم و کاست آنے والی نسلوں کو پہنچادیا اور احادیث نبویہ کی گردش لیل و نہار کی شر سامانیوں سے حفاظت فرمائی مگر جب فتنوں کا دور دورہ ہوا اور اسلام کے نام پر نئے گروہوں نے دین کو نقصان پہنچانے کا عمل مذموم شروع کیا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ سنت نبوی کے اس عظیم سرمایے کی حفاظت کی جائے، چوں کہ ان باطل گروہوں کا اولین ہدف احادیث نبویہ ہی تھیں اور ان کا براہ راست نشانہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنن تھیں اس لیے انہوں نے نہ صرف احادیث کے تئیں شکوک پیدا کرنا شروع کیا اور ان کی حجیت کے متعلق سوالیہ نشان کھڑا کیا بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر وضع حدیث کا گناہ عظیم بھی اپنے سر لے لیا۔ اپنے مسلک و مذہب کی ترویج و اشاعت کے لیے نبی ﷺ پر بہتان تراشی کی اور احادیث کے مفاہیم و معانی کی من مانی تاویلات شروع کردیں۔ ایسے نازک وقت میں اللہ نے وحی غیر متلو کی حفاظت کے لیے کچھ بندوں کو منتخب فرمایا۔

''رب کریم نے اس دور میں احادیث نبوی کا دفاع کرنے کے لیے کبار حفاظ و نقاد پر مشتمل جید علماء کی ایک جماعت پیدا کردی۔ ان علماء نے حق و باطل کو ممیز و ممتاز کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دروغ بافی کرنے والوں کے جھوٹ کی قلعی کھول کر تقرب الٰہی حاصل کیا۔ ان علماء نے رواۃ حدیث کا مرتبہ و مقام متعین کیا اور مدح و ذم جس کے مستحق تھے اس سے ان کو ملقب کیا۔ چنانچہ اللہ کے دین میں انہوں نے کسی کی رورعایت ملحوظ نہ رکھی۔ وہ صاف کہتے کہ فلاں ثقہ راوی ہے، فلاں حجت ہے، فلاں کذاب اور فلاں لین الحدیث ہے، فلاں ضعیف ہے اور فلاں کی روایت قبول کرنے میں حرج نہیں اور اس قسم کے دیگر القاب جو رواۃ حدیث کی عظمت و ثقاہت یا ان کے ضعف وسقوط کی علامت ہیں۔'' (**الحديث والمحدثون** از محمد ابوزہرہ،

ص: ۳۳)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اہل باطل کی سعی مذموم اوران کے بالمقابل علما ومحدثین کی مساعی کریمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب یہ لوگ قرآن مجید میں کسی قسم کے اضافہ سے خودکو عاجزودرماندہ پاتے ہیں کیوں کہ قرآن مجید کے سینوں میں محفوظ، مصاحف میں مسطور اور زبانوں پر رواں ہونے کی بنا پر اس میں کسی ترمیم اور حذف واضافہ کا امکان نہیں ہے تو وہ قرآن مجید کے مقابلے میں سنت میں غلط انتساب اور اضافہ کی کوشش زیادہ آسان سمجھتے ہیں اور اس میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ بغیر کسی دلیل و برہان کے یہ کہیں کہ اللہ کے رسول نے ایسا ایسا فرمایا۔

لیکن امت کے جید اور ممتاز علمائے کرام اور حدیث و سنت کے محافظین نے ان کی ہر چال کو ناکام کردیا اور دین وسنت میں ان کی غلط تاویلات کی ہر کوشش کا سد باب کیا۔

کیوں کہ نہ وہ بغیر سند کے کوئی حدیث قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے کسی راوی کی چھان بین اور تحقیق وتفتیش کیے بغیر اس کی کوئی سند قبول کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ راوی کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات کا علم حاصل کرتے ہیں، یعنی وہ کس حلقہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کے رفقاء کون ہیں؟ اس کے شاگرد کتنے اور کون ہیں؟ اور اس کے اساتذہ کون کون ہیں؟ پھر وہ اس کی امانت ودیانت اور تقوی کے معیار نیز اس کی قوت حافظہ اور یادداشت کو بھی پرکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ مشہور وثقہ راویوں کی روایت سے کہاں تک مطابق ہے یا وہ نامانوس اور غریب روایات اور منفرد روایات کی حیثیت رہتی ہیں اور جب وہ ان کے معیا رتحقیق پر پورا اترتا ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث کو نقل کرتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سند کو دین کا جز قرار دیتے ہیں، کیوں کہ اگر سند نہ ہوتو جو شخص جو چاہتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیتا۔

محدثین نے صرف ان احادیث کو قبول کیا جو شروع سے لے کر آخر تک عادل وضابط اور ثقہ راویوں سے متصل السند ہوں، جن میں کوئی ظاہری یا مخفی انقطاع نہ ہو اور جو روایت حدیث کی تمام مذموم علتوں اور عیوب سے پاک ہوں اور اس کی حیثیت شاذ حدیث کی نہ ہو۔

سند کو قبول کرنے کے سلسلے میں یہ تحقیق وتدقیق اور قیود وشرائط ملت اسلامی کی امتیازی خصوصیت ہے جس کے ذریعہ انہوں نے معاصر مہذب اقوام پر علمی تاریخی نظام کی بنیادیں وضع کرنے میں سبقت حاصل کی ہے۔ (**کیف نتعامل مع السنة النبوية** از ڈاکٹر یوسف القرضاوی ص: ۹۳)

(جاری)

# قومی تعمیر میں مولانا آزاد کا کردار

شاہد حبیب

محترم شاہد حبیب صاحب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر ہیں۔علم وادب کا ستھرا ذوق رکھنے والے نوجوان قلم کار ہیں۔ناقد،افسانہ نویس اور تجزیہ نگار کے طور پر اپنی شناخت بنانا چاہتے ہیں۔سیاسی،سماجی اور ماحولیاتی موضوعات پر لکھے ہوئے ان کے مضامین اعتبار کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔وہ بہار کے سپول ضلع میں یکم جولائی ۱۹۸۷ء کو پیدا ہوئے اور جامعہ الفلاح بلریا گنج ضلع اعظم گڑھ سے سند فراغت حاصل کی۔میں محدث کے بزم میں ان کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان کے علمی اور تحقیقی مضامین سے قارئین محدث محظوظ ہوتے رہیں گے۔ ——— مدیر

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ - ۱۹۵۸ء) ایک زیرک اور ہمہ جہت شخصیت کے حامل معمارِ قوم تھے۔ انہوں نے قوم اور اس کے افراد کی شخصیت کی ارتقا کے لیے ہر ضروری پہلو کو اپنایا۔ ماہرینِ نفسیات نے شخصیت کی ارتقا کے لیے چار طرح کی توانائیوں کو ضروری قرار دیا ہے: (۱) جسمانی توانائی (۲) ذہنی توانائی (۳) جذبات و احساسات کی توانائی (۴) روحانی توانائی۔

جب ہم مولانا کی خدمات اور کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ان تمام پہلوؤں سے بھی وہ پورے اترتے ہیں۔ اپنی تصانیف، قائم کردہ اداروں اور ذہنی کمالات کے توسط سے انہوں نے قوم کے افراد کی تعمیر وترقی کے لیے ان تمام ہی توانائیوں کے حصول کے راستے ہموار کیے۔

جسمانی توانائی (Physical Energy) کے حصول کے بغیر کوئی بھی قوم اور اس کا کوئی بھی ایک فرد ایک قدم آگے نہیں چل سکتا۔صحت مند جسم کو تمام ہی کارناموں کے لیے لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔مولانا نے اس چیز کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا تھا، اس لیے خود بھی اس کے حصول کی خاطر سنجیدہ تھے۔غبار خاطر کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا صحت مند جسم کی اولین شرط 'سحر خیزی' کے عادی تھے۔غبار خاطر کے تقریباً سارے ہی خط صبح کے چار بجے لکھے گیے تھے۔مولانا خطوط کی ابتداء میں بار بار چار بجے صبح کی جانفزا وقت کا ذکر کرتے ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ نام نہاد دانشوروں کی لائف اسٹائل کے علی الرغم مولانا قید و بند میں بھی اپنے معمولات کو لے کر یکسور ہتے اور صبح خیزی پر آخری وقت تک کاربند رہے۔اسی لیے وہ ایسے کارہائے نمایاں انجام دے سکے جو دس بجے بیدار ہونے والے قائد کبھی انجام نہ دے سکیں گے۔مولانا نے وزیر تعلیم ہونے

کی حیثیت سے اسکولوں ، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم کو اسی انداز سے ترتیب دیا، جس میں جسمانی توانائی کے حصول کے لیے ورزش، کھیل کود اور این سی سی وغیرہ کی سرگرمیوں کو بھرپور جگہ ملی۔

ذہنی توانائی (Mental Enargy) ہی دراصل انسانی کمالات کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ اس کے بغیر انسان نہ صرف حصول رزق سے محروم ہو جائے گا بلکہ انسانوں کے لیے مخالف ماحول کا اس سرزمین پر باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے گا۔اگر اس کے باوجود انسان کرۂ ارض کو اپنے لائق بنا کر زندگی کی سانسیں لے رہا ہے تو اس کی وجہ صرف اور صرف ذہنی توانائی ہی ہے۔ اس ذہنی توانائی کے حصول کے لیے مولانا نے دیگر ترقی یافتہ اقوام کی طرح بھارت میں بھی ۱۹۴۸ء میں یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن (موجودہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن) کا قیام عمل میں لایا اور پھر نونہالوں کی ذہنی ترقی کے لیے ۱۹۵۲ء میں سکنڈری ایجوکیشن کمیشن (موجودہ سی بی ایس سی) کے قیام کو شرمندۂ تعبیر کیا۔ آج ہندوستانی دماغ کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے تو اس کا کچھ نہ کچھ حصہ مولانا کے کھاتے میں بھی یقینا جارہا ہے کہ ان کے قائم کردہ اداروں کی بدولت ہی ایسا ممکن ہو پا رہا ہے۔

مولانا کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق ہندوستان آگے بڑھ رہا ہوتا تو آج ہمارا ملک برین ڈرین (Brain Drain) کے مسئلے سے نجات پا کر برین گین (Brain Gain) کے زمرے میں داخل ہو گیا ہوتا۔

مولانا نے ہندوستان کی نوے فیصدی متوسط آمدنی والی آبادی کو اعلی آمدنی والی آبادی میں بدلنے کے لیے ہی آئی آئی ٹی جیسے ٹیکنکل اداروں کا قیام عمل میں لائے کہ یہاں کے وسائل سے یہیں کے لوگ اپنے اور اپنے ملک کی تعمیر میں حصہ لیں۔ ٹیکنکل افراد کو باہر سے بلانے کی ضرورت پیش نہ آئے ۔ اس سے باہر جارہے پیسوں کو روک کر بہت جلد ملک ان پیسوں سے اپنے ہی ملک کے افراد کو روزگار دینے کی پوزیشن میں آجائے گا اور ملک اعلی جی ڈی پی اور Per Capita Income والے ملکوں کی فہرست میں شامل ہوجائے گا۔ مولانا کی اس پالیسی کی سمجھ اس وقت حاصل ہوئی جب ہم خلیجی ممالک کی معیشت کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے قدرتی وسائل کی فراوانی کے باوجود اپنے یہاں ٹیکنکل افراد کی تیاری کی طرف توجہ نہ دی، جس کے چلتے انہیں اپنے یہاں کی انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے باہر کے ممالک سے ٹیکنکل افراد درآمد کرنے پڑے، جس کی وجہ سے ایک بڑا سرمایہ انہیں خرچ کرنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔

> انسان کو اصلی خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روحانی طور سے خود کو مضبوط پاتا ہے، اس لیے مختلف مذاہب میں روحانیات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بلکہ مذاہب کا بیشتر حصہ اسی ناحیے سے اس کی ترقی کے لیے مختص ہوتا ہے۔ مولانا بھی ایک مذہبی انسان تھے اور سیکولرازم اور مذہب کے باریک فرق کو جانتے تھے، اس لیے انہوں نے دیگر مرعوب زدہ دانشوروں کے برخلاف روحانیات کو اپنی زندگی میں جگہ دی اور قوم کے افراد کو بھی روحانی ترقی کے راستے دکھائے۔

کسی بھی کام کو انجام دینے کے لیے جذباتی طور پر

مستحکم ہونا ضروری ہوتا ہے، اس لیے ایموشنل ایز جی کو ماہرین نفسیات نے اس فہرست میں اہم مقام دیا ہے۔ ایموشنل ایز جی کے حصول کے لیے فنونِ لطیفہ سے آگاہی اوراس سے لطف اندوزی کوضروری قرار دیا گیا ہے۔مولانا خودبھی ۱۹۰۵ میں 'راگ درپن' نامی کتاب کے ہاتھ لگنے کے بعد فنون لطیفہ کی اس طاقت کے قائل ہو گئے تھے۔گہری ریاضت کے بعد'ستار'اور'بین' کےمشاق بھی ہو گئے تھے،اس لیےفنونِ لطیفہ کی طاقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ آزادی کے فوراً بعد ہی انہوں نے قوم کے افراد کی شخصیت کی تعمیر اس پہلو سے بھی ہو، اس کے لیے انہوں نے ۱۹۵۰ء میں انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز (آئی سی سی آر)، ۱۹۵۲ء میں سنگیت ناٹک اکادمی وللت کلا اکادمی اور ۱۹۵۴ء میں ساہتیہ اکادمی جیسےفنون لطیفہ کوفروغ دینے والے اداروں کا قیام عمل میں لائے۔آج ہندوستانی فنون لطیفہ کی مختلف اقسام سے دنیا مستفید ہورہی ہے اور پنڈت روی شنکر اور پنڈت بھیم سین جوشی جیسے بے مثال فنکاروں کو باوقار گریمی ایوارڈز سے نوازا جارہا ہےتو مولانا آزاد کے قائم کردہ ان اداروں کو بھی اس کا کریڈٹ جاتا ہے۔

انسان کو اصلی خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روحانی طور سے خود کو مضبوط پاتا ہے، اس لیے مختلف مذاہب میں روحانیات کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بلکہ مذاہب کا بیشتر حصہ اسی ناحیے سے اس کی ترقی کے لیے مختص ہوتا ہے۔ مولانا بھی ایک مذہبی انسان تھے اور سیکولرازم اور مذہب کے باریک فرق کو جانتے تھے، اس لیے انہوں نے دیگر مرعوب زدہ دانشوروں کے برخلاف روحانیات کو اپنی زندگی میں جگہ دی اور قوم کے افراد کو بھی روحانی ترقی کے راستے دکھائے۔اقوامِ متحدہ نے بھی بھوٹان کے بادشاہ 'جگمے کھیسر وانگچک' کی توجہ دہانی کے بعد ۲۰۱۲ء میں اس چیز کی طاقت کو سمجھا اور ورلڈ ہیپنس انڈیکس (World Happiness index) نام سے ملکوں کی ایک سالانہ رینکنگ شروع کی۔جس میں بھارت کی پوزیشن ناگفتہ بہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کی بعد کی حکومتوں نے روحانیات کو سرے سے ہی پسِ پشت ڈال دیا۔ ۲۳/ مارچ ۱۹۱۶ء کو جاری 'ڈیفینس آف انڈیا آرڈی نینس' کے تحت جولائی ۱۹۱۶ء میں جب مولانا کو پہلی بار گرفتار کرلیا گیا تھا تو بھی مولانا نے اس مشن کو نہیں چھوڑا تھا، بلکہ رانچی میں نظر بندی کے دوران بھی خود کو روحانی طاقت سے لبریز رکھنے کے لیے ترجمان القرآن اور تذکرہ جیسی کتابوں کی تصنیف کر ڈالی۔یہی وجہ ہے کہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو جب مولانا رہا ہوئے تو مولانا کے ہاتھوں میں ان دونوں روحانی کتابوں کے ساتھ ساتھ ان کی زبان پر اس طرح کے شعر بھی جاری تھے:

قصد کرتا ہوں جو اس جا سے کہیں جانے کا
دل یہ کہتا ہے کہ تو جا، میں نہیں جانے کا

حقیقت یہ ہے کی مولانا آزاد ایک مکمل شخصیت کی ارتقا کی دعوت دینے والے معمارِ قوم تھے، اس لیے انہیں سینکڑوں سالوں تک اسی طرح یاد کیا جاتا رہے گا۔

●●●

# شعور کے آستانے سے

خبیب حسن مبارکپوری
جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

مضمون نگار مبارک پور کے ایک مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، سال ولادت ۱۹۹۴ء ہے۔مختلف مراحل کو پاس کرتے ہوئے اخیر میں جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس سے فضیلت پاس کیا۔فراغت کے بعد جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں شعبہ عربی میں داخلہ لیا۔ابھی سال اول مکمل بھی نہ ہوسکا تھا کہ مملکت سعودیہ عربیہ کی عالمی یونیورسٹی جامعۃ القصیم میں داخلہ ہوگیا۔ بروقت وہیں تعلیم کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔والد محترم مولانا فضل حق مدنی جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال میں شعبہ تدریس سے منسلک ہیں۔ ——— مدیر

دنیا کے تمام ممالک ومذاہب اور مسالک ومکاتب کے نزدیک علم کی اہمیت وافادیت اور اس کی عظمت وفضیلت مسلم ہے، وہ اقوام وقبائل جن کے درمیان سیف وسنان، جنگ وقتال اور فتح وسربلندی میں ہنگامۂ مسابقت بپا تھا آج وہ کتابوں میں ڈوب کر اپنی عظمت کے گن گارہے ہیں اور وہ لوگ جو میدان جنگ کی برتری پر جشن منایا کرتے تھے آج علمی مقابلہ آرائی کی فوقیت پر پھولے نہیں سماتے۔گویا اب تمام کے نزدیک متفقہ حالت یہی ہے کہ:

ليس الجمال بأثواب تزيننا
إنّ الجمال جمال العلم والأدب
وليس اليتيم من لا والدين له
إن اليتيم يتيم العلم والأدب

اور حالی کے الفاظ میں:

گئے دن وہ کہ تھا علم و ہنر انسان کا زیور
ہوئی ہے زندگی خود منحصر اب علم ودانش پر

نت نئے علوم وفنون اور ایجادات واختراعات نے کرلو دنیا مٹھی میں کی سی کیفیت پیدا کردی ہے، اس کے باوجود دینی علوم کی اہمیت وضرورت سے مجال انکار نہیں، ابتدا ہی سے تاریخ کے اوراق پلٹئے، جابجا تعمیری وتخریبی اتھل پتھل اور تعلیمی وتہذیبی نشیب وفراز سے آگہی ہوگی، لیکن جب سے علم دین معرض وجود میں آیا انسانی گروہ ہمیشہ اس سے جڑا رہا کیونکہ یہ عین انسانی فطرت وضرورت کے مطابق ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مختلف اوقات میں ظاہری چمک دمک اور دیگر رعنائیوں، رنگینیوں سے فریب کے پردوں نے حقیقت کے اسٹیج سے دور رکھنے کی سعی خام کی پھر بھی ایک جماعت ہمیشہ سے اس کے حصول اور اس پر مستقل عمل کے ساتھ عوام وخواص تک پہونچانے کے تئیں سرگرم رہی اور یہ تو رب العالمین کا وعدہ بھی ہے [إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ

وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ] (الحجر:۹)

یعنی ہم نے ہی ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں لفظ ''الذکر'' سے مراد قرآن وحدیث دونوں ہیں جیسا کہ مختلف نصوص سے ثابت ہے۔ گویا اس علم کی بقا اور اس کے تحفظ کے لیے رب العالمین نے ضروری ٹھہرایا کہ دنیا کی ایک معقول آبادی اس سے منسلک رہے اور اس کے حصول کے ساتھ اس کی اشاعت وتبلیغ کے لیے بھی کوشاں رہے، اور الحمدللہ یہ سلسلہ ابتدا ہی سے چلا آرہا ہے کہ کچھ لوگ پوری شدومد کے ساتھ اس کے حصول میں لگے ہوئے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی صفت بیان کرتے ہوئے رب العالمین نے فرمایا: [ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ] (فاطر:۲۸) یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں سب سے زیادہ علماء حضرات ہی ڈرتے ہیں۔

البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں علماء سے مراد علمائے حق ہی ہیں نہ کہ علمائے سوء جو احکام الٰہی کو بہت تھوڑی قیمت میں فروخت کردیتے ہیں۔

اس کے برعکس دنیوی علوم کا جائزہ لیجیے!!! میرا مقصد ہرگز کسی کو کم حیثیت گردانا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں بلکہ آپ خود سود وزیاں کا جائزہ لیجیے!!! سریانی، لاطینی اور عبرانی وغیرہ زبانیں اپنے عہد شباب ہی میں مات کھا گئیں جبکہ انھوں نے ترقی کی ہر شاہراہ پر اپنے پرچم لہرائے اور عروج وکمال کی ہر ممکنہ منزلیں طے کی تھیں، پر کیا آج ان کے آثار ونقوش دنیا میں پائے جاتے ہیں؟؟؟ اور اگر ماضی کی یادگار کے طور پر ہیں بھی تو کیا دنیا ان کی جانب دیکھنا یا انہیں حاصل کرنا نیز ان سے فائدہ اٹھانا پسند کرتی ہے؟؟؟ جب کہ مذکورہ زبانیں بعض ممالک ومذاہب کی خاص یا سرکاری زبانوں کی حیثیت سے متعارف تھیں، اسی کے مثل علوم وفنون کا حساب وکتاب سامنے رکھیے۔ یونانی فلسفہ، علم ہیئت، علم نجوم اور قیافہ شناسی وغیرہ کی کتنی بھرمار، بول بالا اور رواج تھا، حتی کہ دور قدیم میں ان ضروری علوم سے ناواقف حضرات کو عالم تسلیم کرنے میں تامل برتا جاتا۔ بعینہ آج کے دور میں انگریزی وفرانسیسی زبانیں اور سائنس و دیگر مروجہ علوم وفنون کی طرح جو منازل درمنازل ترقی پارہے ہیں اور عوام وخواص ان پر پروانے کی طرح گرے جارہے ہیں حالانکہ مذکورہ چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں اور ان پر ایک ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ وہ میوزیم یا کسی مکتبہ کی زینت بن کر رہ جائیں گی۔ اس کے مقابل دینی علوم کو دوام حاصل ہے بلکہ اصل علم جسے کہہ سکتے ہیں وہ یہی دینی علوم ہی ہیں۔

**العلم: ماقال الله وماقال الرسول وما قام عليه الدليل.** یعنی علم دراصل وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے اور جس پر دلیل قائم ہے۔

اسی علم کی وجہ سے کرہ ارضی پر خصوصی فیوض وبرکات نازل ہوتی ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ

الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ" (صحيح مسلم، كِتَابُ: الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ: فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ: ۲۶۹۹)

ترجمہ: جو طلب علم کی راہ میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے، رحمت الٰہی انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جسے اس کا عمل پیچھے کر دے اس کا خاندان اور حسب ونسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔

ایک اہم بات یہ کہ ماضی یا حال کے جدید دنیاوی علوم سے دنیا نے کیا کھویا کیا پایا؟؟ کتنے اہل خرد اس کی بھینٹ چڑھے؟؟ کتنے نفوس اور کتنی جانیں پامال ہوئیں؟؟ قابل غور نکتہ ہے۔

میرے بھائیو!! علوم دینیہ اور اس کی فروعات کو حقیر یا کسی ناحیہ سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر آپ ان کی پاسبانی کریں گے تو آخرت اپنی جگہ، دنیا میں بھی لامحدود فوائد وثمرات اور مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ قرآن کریم شاہد ہے: [ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ] (المجادلۃ: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کو اور ان لوگوں کو جن کو علم سے نوازا گیا، درجات میں بلند فرماتا ہے۔

اور یہ بھی کہ دنیاوی علوم کے اکابرین کے شب وروز کی محنتیں، ان کی کتابیں اور جو افکار وخیالات انہوں نے ترتیب دیئے ان کا آج کوئی نام لیوا تک نہیں، اس کے برعکس ایک راوی حدیث جس نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک حدیث رسول ہی کیوں نہ روایت کی ہو پھر بھی روزمرہ کے مختلف دروس اور مجلسوں میں اس کا ذکر خیر ہوتا ہے، اس کے نام کے اردگرد القاب وآداب لگائے جاتے ہیں، رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ جیسی عظیم دعائیں دی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تا قیامت تک جاری رہے گا۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين (صحيح مسلم، كِتَابُ: الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، بَابُ: فَضْلِ مَنْ يَقُومُ بِالْقُرْآنِ وَيُعَلِّمُهُ: ۸۱۷) اس کتاب (یعنی قرآن) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کچھ قوموں کو بلندی عطا کرتا ہے تو کچھ کو پستی عطا کرتا ہے۔

اس لیے میرے بھائیو!! دینی علوم کے سلسلے میں اپنا موقف حساس رکھتے ہوئے پوری تگ ودو اور اخلاص کے ساتھ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اس کی خدمت کے لیے میدان عمل میں اتر پڑو کہ اسی میں نجات اور کامیابی ہے: [ ان الله لايضيع اجر المحسنين ] (التوبۃ: ۱۲۰) بیشک اللہ تعالیٰ محسنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

اللہ رب العالمین ہم تمام کو اس کی توفیق دے، آمین۔

●●●

اخبار جامعہ

# بہاراسٹیٹ مدرسہ بورڈ کی جانب سے منعقدہ ورکشاپ میں وفد جامعہ سلفیہ کی شرکت

ڈاکٹرعبدالحلیم بسم اللہ مدنی

ڈاکٹرعبدالحلیم بسم اللہ مدنی جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس سے فضیلت پاس کرنے کے بعد مملکت سعودیہ عربیہ کی مشہور عالمی درس گاہ مدینہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی (Ph.D) ہولڈر ہیں۔آپ کے مقالہ کا عنوان تھا:’’زوائد السنن الکبری للنسائی علی الکتب الستة، جمعاًو دراسةً‘‘۔آپ خوش مزاج اور سلجھے ہوئے محقق ہیں اور مضمون نگاری کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ بروقت جامعہ سلفیہ میں شعبہ تدریس سے منسلک ہیں۔آپ کی ولادت ۳۰/اگست ۱۹۸۰ء اور جائے ولادت بیدولی ضلع کپل وستو (نیپال) ہے۔اللھم وفقني ووفقه لكل خير ——— مدیر

بہاراسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی جانب سے قدیم نصاب تعلیم پر نظر ثانی اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کے لیے بہار کی راجدھانی پٹنہ میں یونیسیف (Unicef) کے تعاون سے مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر ۲۰۱۹ء کو ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا، جس میں ملک کی مختلف یونیورسٹیوں اور معروف ومشہور مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اور ماہرین تعلیم کو مدعو کیا گیا۔

بورڈ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کے لیے محترم ناظم اعلیٰ جناب عبداللہ سعود سلفی صاحب نے ڈاکٹر عبد الحلیم بسم اللہ مدنی (مدیر اللجنة التعلیمیة) اور شیخ محمد یوسف محمد عمر مدنی (رکن تعلیمی کمیٹی) کو بھیجا، چنانچہ مذکورہ وفد نے مقررہ وقت پر پہنچ کر تعلیمی ورکشاپ میں فعال کردار ادا کیا اور نصاب تعلیم کے تعلق سے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ نے جامعہ کے نصاب تعلیم کا مختصر اور جامع انداز میں تعارف کرایا اور بتایا کہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس میں مرحلۂ ابتدائیہ ومتوسطہ میں عربی، اردو اور دینیات کے ساتھ ساتھ سرکاری اسکولوں میں مقررہ نصاب ہندی، انگلش، حساب، سائنس کی بھی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ طلباء دینی علوم کے ساتھ عصری علوم سے بخوبی واقف رہیں اور انگلش کی تعلیم آخری مرحلہ تک ہے جس میں ہر طالب علم کا پاس ہونا لازمی ہے۔

اسی طرح عصر حاضر کے جدید مسائل انشورنس، ATM کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت، موبائل انٹرنیٹ کے ذریعہ لین دین اور کاروبار، اعضاء جسم کا عطیہ، کلوننگ وغیرہ جیسے مسائل بھی پڑھائے جاتے ہیں جسے سن کر تمام سامعین بیحد متاثر ہوئے اور بورڈ کے چیئرمین محترم جناب عبدالقیوم انصاری صاحب نے اسی وقت جامعہ سلفیہ بنارس کا نصاب

تعلیم لے کر فوٹو کاپی کرواکر ورکشاپ میں موجود تمام حاضرین میں تقسیم کروایا اور سبھوں نے بیک زبان جامعہ کے نصاب تعلیم کو سراہا۔

وفد کی شرکت کی وجہ سے مندرجہ ذیل چیزیں عمل میں آئیں۔

۱۔ بہار مدرسہ بورڈ کے تمام ذمہ داران، حکومت بہار کے شریک نمائندگان اور یونیسیف (Unicef) کے تمام اعلیٰ مسئولین کے درمیان جامعہ سلفیہ کا تعارف اور اس کے نصاب تعلیم کی ستائش۔

۲۔ مرحلۂ ابتدائیہ میں جامعہ کے ابتدائیہ ہی کی طرح اردو، عربی، دینیات کے ساتھ انگلش، ہندی، حساب اور سائنس کی تعلیم کو لازم کیا گیا۔

۳۔ منہج سلف کی ترجمان کتابوں میں سے کئی ایک کتاب کو داخل نصاب کیا گیا۔ جیسے حدیث میں ''الاربعون النوویۃ''، مولانا نیموی کی ''آثار السنن'' جو کہ مذہب حنفی کی ترجمان کتاب اور ناقص بھی ہے اس کی جگہ ''بلوغ المرام'' مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی (وفات: ۸۵۲ھ)، عقیدہ میں محمد خلیل ہراس کی ''شرح العقیدۃ الواسطیۃ'' اور امام طحاوی حنفی (وفات: ۳۲۱ھ) کی ''العقیدۃ الطحاویۃ''، سیرت میں ''تجلیات نبوت'' مصنفہ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری (وفات: ۲۰۰۶ء)، منطق میں ''امین المنطق'' مصنفہ مولانا عبد المعید بنارسی (وفات: ۱۹۸۰ء)، فرائض میں ''تسہیل الفرائض'' مصنفہ مولانا عطاء الرحمٰن مدنی کو داخل نصاب کیا گیا۔

۴۔ جامعہ کے تعلیمی مراحل سرکاری اسکولوں ویونیورسٹیوں میں رائج تعلیمی مراحل کے بالکل موافق ومساوی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں اور جامعہ کے امتیازات میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔

ابتدائیہ پانچ سال، متوسطہ تین سال، ثانویہ دو سال، عالمیت دو سال، کلیات تین سال۔ اسی طرز پر بہار مدرسہ بورڈ کے تعلیمی مراحل کو مرتب کیا گیا ہے۔ پہلے ابتدائیہ چار سال کا تھا اسے پانچ سال کا کیا گیا، وسطانیہ چار سال کا تھا اسے تین سال کا کیا گیا، فوقانیہ دو سال اور مولوی دو سال کو بعینہ برقرار رکھا گیا نیز مولوی آرٹس مولوی کامرس اور مولوی سائنس کے ساتھ (مولوی اسلامیات) کا خوشنما اضافہ کیا گیا۔ چونکہ انہی ایام میں جامعہ سلفیہ میں ششماہی امتحان چل رہا تھا لہٰذا دو ہی دن بعد وفد جامعہ کا واپسی ٹکٹ تھا لیکن چونکہ نصاب تعلیم پر کام مکمل نہیں ہو سکا تھا لہٰذا چیئرمین صاحب اور یونیسیف کے ذمہ داران کے بیحد اصرار پر ناظم اعلیٰ صاحب نے مزید ایک دن کی اجازت عنایت فرمائی، جس پر تمام ذمہ داران نے ناظم اعلیٰ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور مستقبل قریب میں جامعہ سلفیہ کی زیارت کی دلی خواہش کا اظہار کیا۔ نصاب تعلیم پر نظر ثانی مکمل ہونے کے بعد جب یہ وفد جامعہ کے لیے روانہ ہونے لگا تو ایک بار پھر مدرسہ بورڈ اور یونیسیف کے ذمہ داران نے محترم ناظم اعلیٰ صاحب اور وفد کا بہت زیادہ شکریہ ادا کیا اور جامعہ کے ساتھ بہتر تعاون کا وعدہ فرمایا۔

●●●

# عالم اسلام

ظل الرحمن فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ بنارس

**سعودی عرب جی۔۲۰ کی صدارت کرنے والا پہلا عرب ملک بنا:**

سعودی عرب نے جاپان سے جی۔۲۰ کی صدارت حاصل کر لی ہے اور وہ یہ اعزاز حاصل کرنے والا اولین عرب ملک بن گیا ہے۔ جبکہ مستقبل میں عالمی سطح پر ان کے وسیع کردار کی توقع بحال ہوگئی ہے۔ سعودی عرب کے جی۔۲۰ کی صدارت حاصل کرنے کے ساتھ ہی جاپان اس صدارت سے سبکدوش ہوگیا۔ اس طرح اب سعودی عرب آئندہ برس ۲۱۔۲۲ نومبر ریاض میں عالمی سربراہی کانفرنس کی میزبانی کرے گا۔ سعودی عرب سابقہ اقدامات کو جاری رکھنے اور عالمی سطح پر اتفاق رائے کو پختہ کرنے کے لئے پُرعزم ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے اس پیش رفت کو عالمی اتفاق رائے کو مرتب ومزین کرنے کے لئے منفرد موقع قرار دیا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سعودی عرب سو(۱۰۰) سے زائد پروگراموں اور کانفرنسوں کی میزبانی کرے گا جس میں وزراء کے اجلاس بھی شامل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صدارت سعودی کے لئے ایک امتحان ہوگی۔

(انقلاب: ۳/۱۲/۲۰۱۹ء)

**سعودی عرب اور ایران کے مابین حج مسودے پر دستخط:**

سعودی عرب اور ایران کے درمیان طویل کشیدگی کے بعد عالم اسلام کے لئے اچھی خبر آئی ہے کہ دونوں ملکوں نے فریضۂ حج سے متعلق انتظامات کے حوالے سے باہمی تعاون کے ایک معاہدے کی منظوری دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق امسال حج سے متعلقہ امور پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا گیا۔

اجلاس کے بعد پریس کو جاری ایک بیان میں سعودی وزیر برائے حج وعمرہ ڈاکٹر محمد صالح بن طاہر نے کہا کہ خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان دنیا بھر سے آنے والے عازمین حج وعمرہ کو بلاتفریق ہر ممکن سہولیات فراہم کرنے کے خواہاں ہیں۔

(انقلاب: ۱۰/۱۲/۲۰۱۹ء)

**شاہ سلمان کے بھائی متعب بن عبدالعزیز کی وفات:**

سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے برادر شہزادہ متعب بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ، مورخہ ۳/دسمبر بروز دوشنبہ اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ان کی ولادت شہر ریاض میں ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ بانی مملکت شاہ عبدالعزیز کے بیٹوں میں ان کا نمبر سترہواں تھا۔

(انقلاب: ۴/۱۲/۲۰۱۹ء)

# باب الفتاوی

**سوال:** عورتیں مسجد میں نماز جمعہ اور پنج وقتہ نمازیں ادا کریں تو ان کی صف بندی کیسے ہوگی۔ کیا مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان پردہ یا کسی حائل کا رہنا ضروری ہے۔ نیز امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے۔ اگر عورتیں امام یا مقتدی کو دوری کی وجہ سے نہ دیکھ سکیں تو ان کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

**جواب:** صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر عورتیں جمعہ کی نماز پڑھنا ہی چاہتی ہیں تو ان کا انتظام وانصرام مسجد ہی میں کریں اور تمام مردوں اور بچوں کے پیچھے ان کی صفیں لگائیں، اگر درمیان میں کوئی پردہ وغیرہ ہو تو افضل و بہتر ہے، اور اگر پردہ کا انتظام نہ ہو سکے تو بھی کوئی حرج ومضائقہ نہیں عورتیں باحجاب وباپردہ رہیں۔ کیونکہ درمیان میں کسی حائل کا ہونا ضروری نہیں، یہی نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقۂ عمل سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری (۴۳۰۲) میں ہے کہ

(۱) حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم نے دیکھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ قرآن کا بڑا عالم نہیں ہے تو انہوں نے مجھے آگے کر دیا، اس وقت میری عمر چھ سات برس کی تھی مزید انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس ستر پوشی کے لئے صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی اس لئے جب میں سجدہ ریز ہوتا تو اوپر کھسک جاتی (ستر کھل جاتا) تو محلے کی ایک خاتون نے کہا کہ کیا تم اپنے قاری (امام) کے سرین کو نہیں ڈھانکو گے چنانچہ ان لوگوں نے میرے لئے قمیص خرید کر دی میں اس سے اتنا زیادہ خوش ہوا اس سے قبل کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث صریح سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی صفیں مردوں کی صفوں سے متصل اور قریب تھیں اسی لئے خاتون کی اپنے امام کے ستر کی طرف نظر پڑ گئی۔

(۲) صف عورتوں کی مردوں کے متصل اور قریب ہو اس کی دوسری دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "**خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها**" (مسلم: ۴۴۰) یعنی مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی (یہ اس وقت ہے جب مرد کے ساتھ عورتیں بھی ہوں ورنہ عورتوں کی پہلی صف ہی بہتر ہے)

اس دوسری حدیث کا ظاہر بھی یہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی صف دور دور نہیں بلکہ قریب قریب اور متصل ہو۔

(۳) نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان یہ ہے کہ: "**رصوا صفوفكم وقاربوا بينها**" (ابوداود: ۶۶۷) یعنی تم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بندی کرو اور صفوں کو قریب قریب رکھو، صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ رکھو کہ تیسری

صف کی گنجائش نکل آئے۔

یہ حدیث بھی اس پر نص قطعی ہے کہ دوصفوں کے درمیان فاصلہ زیادہ نہ ہو خواہ صفیں مردوں کی ہوں یا عورتوں کی ہوں خواہ ملی جلی ہوں نیز اس حدیث میں صفوں کو قریب رکھنے کا حکم ہے اور یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

ان تینوں حدیثوں سے یہ بات بخوبی ظاہر اور واضح ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قریب قریب رہنے کا حکم دیا۔ دونوں صفوں میں زیادہ فاصلہ نہ رکھو اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ بہت دوری پر کھڑے ہو۔ چنانچہ ارشاد رسول یوں ہے: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو صف کے پیچھے کھڑے تھے آپ نے فرمایا تم لوگ آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو اور تمہاری اقتدا تم سے پیچھے والے کریں اس لئے کہ جو قوم پیچھے رہتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے ہی کر دے گا۔ (مسلم: ۹۸۲)

تو جب صورت حال یہ ہے تو مسجد کے پچاس فٹ کی دوری سے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنی کیسے درست ہو سکتی ہے اس لئے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا بڑا فاصلہ، گویا امام اور مقتدیوں کا آپس میں کوئی رابطہ وتعلق ہی نہیں ہے یہ درست نہیں ہے۔

بلکہ عورتیں اپنے اپنے گھر میں نماز ادا کر لیں تو کوئی حرج ومضائقہ نہیں بلکہ یہی بہتر ہے اس لئے کہ ان کے لئے مسجد میں حاضری ضروری نہیں ہے بلکہ مسجد کی نسبت اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینا افضل وبہتر ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

**"لا تمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن"** (صحیح ابوداود: ۵۳۰) اپنی عورتوں کو مسجد سے نہ روکو اور ان کے گھر ان کے لئے بہترین ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ اس مسئلے کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ:

اس طرح کی زمین (مسجد سے متصل) میں عورتوں کی نماز صحیح ہوگی کہ نہیں تو فرماتے ہیں کہ علماء کرام کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ جب عورتیں اپنے امام یا ان کے مقتدیوں کو نہ دیکھ پاتی ہوں صرف ان کی آواز ہی سنائی دیتی ہو ایسی صورت میں ان کے لئے محتاط طریقہ یہی ہے کہ وہ اس زمین میں نماز نہ پڑھیں بلکہ اپنے گھر میں پڑھ لیں الا یہ کہ مسجد میں کوئی جگہ مل جائے تو وہیں مردوں کے پیچھے پڑھ لیں یا کسی دوسری جگہ جہاں یہ رہتے ہوئے امام یا بعض مقتدیوں کو دیکھ سکیں۔ (اللجنۃ الدائمۃ: ۴/ ۴۱۸)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز کی صحت کے لیے اتصال صفوف ضروری ہے لیکن اس میں جن علمائے کرام کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل عمدۃ القاری اور فتح الباری میں ملاحظہ کر سکتے ہیں صاحب مرعاۃ نے بھی عدم اتصال صفوف کی حدیث نماز کے بطلان وفساد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (دیکھئے: مرعاۃ المفاتیح ۴/۱۴-۲۴ فتاوی شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارک پوری: ۲/ ۲۷۳) **هذا ما عندی، واللہ أعلم بالصواب**

**دار الافتاء**

**جامعہ سلفیہ بنارس**